مسلسل اشاعت کا پچیسواں سال

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل

اسلامی جمہوریہ پاکستان

مسلسل اشاعت کا پچیسواں سال

سلور جوبلی سال

ماہنامہ معارف رضا کراچی

شمارہ نمبر 7 جلد نمبر 25 شعبان المعظم ۱۴۲۶ھ/ ستمبر ۲۰۰۵ء

ہدیہ فی شمارہ:	=/20 روپے
سالانہ:	عام ڈاک سے: -/150
	رجسٹرڈ ڈاک سے: -/300
بیرون ممالک:	-/10 ڈالر سالانہ
لائف ٹائم ممبر شپ:	-/300 ڈالر

دائرے میں سرخ نشان ممبر شپ ختم ہونے کی علامت ہے۔

زرِ تعاون ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

نوٹ: رقم دستی یا منی آرڈر/ بینک ڈرافٹ بنام ''ماہنامہ معارف رضا'' ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔

ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 45-5214۔ حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔

25۔ جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل)، صدر، کراچی 74400۔ پوسٹ بکس نمبر 489

فون: 0091-21-2725150 **فیکس:** 0091-21-2732369

ای۔میل: marifraza_karachi@yahoo.com

ویب سائٹ: www.imamahmadraza.net

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل سے شائع کیا)

آئینہ

نمبر شمار	موضوعات	مضامین	نگارشات	صفحہ
1	نعت	سید کونین سلطانِ جہاں ﷺ	امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ	3
2	منقبت	مسلّم دہر میں عز و علائے بوحنیفہ ہے	راجہ رشید محمود	4
3	اپنی بات	ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا	صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری	5
4	معارفِ قرآن	سورۃ البقرۃ۔ تفسیرِ رضوی	مرتبہ: علامہ محمد حنیف خاں رضوی	9
5	معارفِ حدیث	بدعت، شرک و کفر۔ شارح امام احمد رضا	مرتبہ: علامہ محمد حنیف خاں رضوی	11
6	معارف القلوب	کن کن باتوں کی دعا نہ کرنی چاہیے	علامہ نقی علی خاں/ شارح: امام احمد رضا	13
7	معارفِ اسلاف	سیدنا امام اعظم کی شہادت کے اسباب کا مختصر جائزہ	علامہ سید محمد فاروق القادری	15
8	معارفِ اسلاف	حضرت ریاض الملت قدس سرہ	صاحبزادہ محمد عتیق الرحمٰن ولی قادری	19
9	معارفِ رضویات	امام احمد رضا ایک مظلوم مصلح	ڈاکٹر غلام غوث قادری	22
10	معارفِ رضویات	طلوعِ سحر۔ امام احمد رضا پر ایک الزام کا ازالہ	خلیل احمد رانا	26
11	گیارہواں اسلامی فقہی سیمینار	موضوعات، مذاکرات، فیصلے	مفتی محمد نظام الدین رضوی	31
12	فروغِ رضویات کا سفر	اپنے دیس۔۔۔ بنگلہ دیس میں	صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری	35
13	ریسرچ فارمیٹ	تفسیرات امام احمد رضا۔ ایک ادبی و تحقیقی جائزہ	مولانا محمد عبد العلیم رضوی	39
14	معارفِ کتب	حیاتِ محدثِ اعظم	پروفیسر دلاور خاں	40
15	دینی، تحقیقی و ملی خبریں	جامعہ ازہر شریف میں عرسِ رضوی	ترتیب: عمّار ضیاء خاں	43
16	دور و نزدیک سے	خطوط کے آئینہ میں	ترتیب: عمّار ضیاء خاں	46
17	ذکرِ فکرِ رضا	جرائد و رسائل کے آئینہ میں	ترتیب: وزیر احمد شان القادری	47
18	کتب موصولہ	ادارہ کو موصول ہونے والی کتب	ترتیب: علیم ظفر	48

سیّدِ کونین سلطانِ جہاں ﷺ *

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمہ

سیّدِ کونین، سلطانِ جہاں ظلِّ یزداں، شاہِ دیں، عرش آستاں
کُل سے اعلیٰ، کُل سے اولیٰ، کُل کی جاں کُل کے آقا، کُل کے ہادی، کُل کی شاں
دل کشا، دلکش، دل آراء، دلستاں کانِ جان و جانِ جان و شانِ شاں
ہر حکایت، ہر کنایت، ہر ادا ہر اشارت دلنشیں و دلنشاں
دل دے دل کو جان، جاں کو نور دے اے جہانِ جان والے جانِ جہاں
آنکھ دے اور آنکھ کو دیدارِ نور روح دے اور روح کو راہِ جناں
اللہ اللہ یاس اور ایسی آس سے اور یہ حضرت، یہ در، یہ آستاں
تو ثنا کو ہے ثنا تیرے لئے ہے ثنا تیری ہی دیگر داستاں
تو نہ تھا تو کچھ نہ تھا، گر تو نہ ہو کچھ نہ ہو، تو ہی تو ہے جانِ جہاں
تو ہو داتا اور اوروں سے رَجَا تو ہو آقا اور یادِ دیگراں
التجا اس شرک و شر سے دور رکھ ہو رضا تیرا ہی غیر از این و آں
جس طرح ہونٹ اس غزل سے دور ہیں
دل سے یوں ہی دور ہو ہر ظن و ظاں

* اس نعت شریف میں یہ صنعت رکھی گئی ہے کہ پڑھنے میں دونوں ہونٹ نہیں ملتے۔

منقبتِ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ*

راجا رشید محمود

زباں ہر دم مِری مدحت سرائے بوحنیفہ ہے
میں حنفی ہوں، مِرے دل میں ولائے بوحنیفہ ہے

جھکاتے ہیں فقیہانِ زمانہ سر جہاں آکر
وہ رشکِ آسماں دولت سرائے بوحنیفہ ہے

سراجِ بزمِ عرفاں ہیں، چراغِ راہِ ایماں ہیں
جہاں جس سے ہے روشن، وہ ضیائے بوحنیفہ ہے

عطا جس نے کیا ہے تابعیت کا شرف ان کو
جو طالب ہے ہدایت کا، فدائے بوحنیفہ ہے

بنے شاگرد ان کے رہنما راہِ حقیقت کے
مسلّم دہر میں عز و علائے بوحنیفہ ہے

صدارت کا ملا منصب انہیں بزمِ شریعت میں
جہانِ علم کی عظمت برائے بوحنیفہ ہے

امامِ اعظمِ اہلِ شریعت ہے لقب ان کا
نشانِ جادۂ حق نقشِ پائے بوحنیفہ ہے

پیاس اپنی بجھائیں تشنگانِ علمِ دیں آکر
کُھلا شام و سحر بابِ عطائے بوحنیفہ ہے

خدا کے فضل سے، ختم الرسل (ﷺ) کی چشمِ رحمت سے
زباں محمود کی وقفِ ثنائے بوحنیفہ ہے

---

* ماخوذ از تذکرہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ مرتبہ: حضرت صاحبزادہ جمیل احمد شرقپوری بحسنِ سعی صاحبزادہ میاں جلیل احمد شرقپوری ایم اے معاشیات

اپنی بات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا!

سپریم کورٹ کی نو رکنی بنچ نے سرحد کی صوبائی اسمبلی کے منظور کردہ حسبہ بل کے متعدد سیکشنوں کی بیس (۲۰) ذیلی شقوں کو آئین سے متصادم قرار دے کر گورنر سرحد کو ہدایت کی ہے کہ موجودہ حالت میں حسبہ بل پر دستخط نہ کریں۔ سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ صدر پاکستان کی طرف سے دائر کردہ ایک اپیل پر دیا۔

ادھر مجلسِ عمل والوں کا دعویٰ یہ تھا کہ صوبۂ سرحد کی اسمبلی سے منظور شدہ حسبہ بل ایک تاریخ ساز کارنامہ ہے کیونکہ اس کا نفاذ صوبۂ سرحد میں امن و اماں، عدل و انصاف، خوشحالی، ایمانداری، اسلامی اقدار و شعائر کے فروغ کا ضامن ہوگا اور یہ کہ یہ صوبائی اسمبلی کے اختیارات اور آئینِ پاکستان کے عین مطابق ہے۔ جبکہ پاکستان کی دیگر تمام سیاسی اور بعض دینی جماعتوں نے اسے رد کرتے ہوئے حسبہ بل کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین سے متصادم، آئین میں دیئے گئے بنیادی حقوق کے منافی، وفاقِ پاکستان کو کمزور کرنے کی ایک سازش قرار دیا۔ نیز اس خدشے کا بھی اظہار کیا گیا کہ اس کے نفاذ سے پاکستان کی سرحد کے اندر ایک علیحدہ فرقہ وارانہ وہابی اسٹیٹ کے قیام کی راہ ہموار ہوگی جس سے نہ صرف صوبۂ سرحد بلکہ دیگر تینوں صوبوں میں فرقہ وارانہ فساد اور دہشت گردی کو فروغ ملے گا اور ملک میں آئینی بحران کے ساتھ ایک ایسا سیاسی بحران بھی پیدا ہوگا جو اس کی سالمیت کو خطرے میں ڈال دے گا۔ متنازعہ حسبہ بل کے بارے میں یہ خیالات تو متحدہ مجلسِ عمل کی مخالف جماعتوں کے تھے لیکن حال ہی میں متحدہ مجلسِ عمل میں شامل جماعت، جمعیت علمائے پاکستان کے ایک گشتی مراسلہ سے اس بات کی مکمل تصدیق ہوجاتی ہے کہ حسبہ بل کے نفاذ کے دیگر

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

مقاصد امن و امان، عدل و انصاف اور خوشحالی کا فروغ اور اسلامی اقدار پر عمل درآمد وغیرہ ضمنی ہیں اصل مقصد ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' کی آڑ میں خالص وہابی عقائد کا نفاذ ہے۔

جمعیت علمائے پاکستان کے سینئر نائب صدر، جو متحدہ مجلس عمل کی سپریم کونسل کے ممبر بھی ہیں، کے دستخط سے اہلِ سنت کے علماء، اسکالرز، دانشوران اور اہل الرائے حضرات کے نام جاری کئے گئے گشتی مراسلہ مورخہ ۲۷/جولائی ۲۰۰۵ء کا مکمل متن درج ذیل ہے:

''گزارش ہے کہ حسبہ بل صوبۂ سرحد میں امن و امان، عدل و انصاف، خوشحالی، ایمانداری اور اسلامی شعائر کے فروغ میں نہایت ہی مددگار ثابت ہوگا۔ لہٰذا آپ برائے مہربانی اس بل کی حمایت فرمائیں البتہ اس میں ایک شق ایسی ہے جس سے فرقہ واریت کے ابھرنے کا اندیشہ ہے۔ میں نے سی.ایم ہاؤس پشاور میں متحدہ مجلس عمل کی ہائی کمان کا اس سلسلے میں جو اجلاس ہوا تھا، اس میں ایم.ایم.اے کے حلیف جماعت کی حیثیت سے جمعیت علمائے پاکستان کا یہ مؤقف وضاحت کے ساتھ پیش کیا تھا کہ دفعہ نمبر ۱۰ (محتسب کے اختیارات و فرائض) کی شق نمبر ﴿دال﴾ میں لکھا ہے کہ ''خلافِ شریعت کام کرنے سے روکنے کے لئے احکامات جاری کرے گا۔'' اس دفعہ میں لفظ ''خلافِ شریعت'' کی تشریح ہونی چاہئے کیونکہ بعض امور مثلاً میلاد شریف کی خوشیاں منانا، حضرت غوثِ اعظم[1] کی گیارہویں شریف منانا، اولیائے کرام کے مزارات کی حاضری اور اس کی تعظیم و تکریم، یہ سب امور ہمارے نزدیک شریعت کے مطابق ہیں، جبکہ ایم.ایم.اے کی بعض

[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جماعتوں کے نزدیک یہ امور خلافِ شریعت ہیں، لہٰذا اس شق کی رو سے اگر ان امور کو روکنے کے احکامات جاری کئے گئے تو فرقہ واریت ابھرے گی اور فرقہ وارانہ فسادات شروع ہوجائیں گے اور اس بل کا مقصد ہی فوت ہوجائے گا۔ لہٰذا اس شق میں یہ ترمیم لائی جائے کہ جو امور تمام مسالک کے درمیان متفقہ طور پر غیر شرعی ہیں، ان کو روکنے کے احکامات جاری کئے جائیں گے۔ میری اس ترمیم کو اجلاس میں منظور کیا گیا لیکن افسوس جب بل اسمبلی میں پیش کیا گیا تو اس ترمیم کو نکال دیا گیا۔ امید ہے کہ آپ اس سلسلہ میں آواز اٹھا کر اس بل میں اس ترمیم کو شامل کرانے کی بھرپور کوشش فرمائیں گے تا کہ اس شق کے باعث فرقہ واریت کے ابھرنے کا جو اندیشہ ہے وہ ختم ہوجائے اور آپ بھی اس ثواب میں شریک ہوجائیں۔''

اس مراسلہ سے صاف ظاہر ہے کہ حسبہ بل کی دفعہ ۱۰ (محتسب کے اختیارات وفرائض کی شق نمبر (دال) میں مذکور ''خلافِ شریعت امور'' کی تعریف وتشریح کے لئے جو ترمیم جمعیت علمائے پاکستان کے نمائندے نے مجلسِ عمل کی سپریم کونسل کے اجلاس میں پیش کی تھی وہ اس اجلاس میں منظور کر لئے جانے کے باوجود اسمبلی میں حتمی بل پیش کرتے وقت حذف کردی گئی۔ اس سے درج ذیل حقائق واشگاف ہوتے ہیں:

۱۔ متحدہ مجلس عمل کا یہ دعویٰ کہ وہ تمام مسالک کو ایک ساتھ لے کر چل رہی ہے، محض جھوٹ اور فریب ہے۔ صوبائی سطح پر ہو یا مرکزی سطح پر، یہ اہلسنّت کے خلاف تو ضرور متحد ہیں لیکن اہلِ سنت کے ساتھ عملاً اتحاد سے ان کو نہ کبھی دلچسپی رہی ہے اور نہ صبحِ قیامت تک ہوسکتی ہے۔ تاریخ کے اوراق اس پر گواہ ہیں۔ تحریکِ پاکستان سے لے کر قیامِ پاکستان تک اور قیامِ پاکستان کے بعد سے ۲۰۰۲ء کے الیکشن تک تمام سیاسی اور مذہبی تحریکوں میں ان کا اہلِ سنت کے ساتھ جو معاندانہ کردار رہا ہے وہ اظہر من الشمس ہے اور ہمارے امام، رہبرو رہنما اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ نے تو آج سے ایک صدی قبل ہمیں بدعمل اور بدمذہب گروہوں سے ہوشیار کردیا تھا کہ ان سے کبھی میل جول، ووداد ومحبت کا سلوک نہ کرنا، ان سے دور رہو اور ان کو اپنے سے دور رکھو (ملخص فتاویٰ رضویہ جدید۔ ج:۱/۷۸۳)۔ یہ شدت پسند ہیں، فتنہ پرور ہیں، جو آقا ومولیٰ سید عالم ﷺ کا وفادار نہیں وہ کسی مسلمان کا کیا وفادار ہوسکتا ہے؟ لیکن ہمارے بعض زعماء ہیں کہ:

ہم کو ان سے وفا کی ہے امید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے؟

شاید یہ باتیں ہمارے موصوف نائب صدر جمعیت علمائے پاکستان کو نہ بھائیں کیونکہ وہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی بارگاہِ علم و عرفان میں گستاخانہ طرزِ تکلم کو اپنی جلالتِ علمی کے اظہار کا ذریعہ سمجھتے رہے ہیں اور اس پر ان کو نہ کوئی افسوس ہے نہ غم۔ وہ آج تک اپنے اس طرزِ عمل کے تدارک کے لئے اہلِ سنت کے مقروض ہیں۔

۲۔ دوسرا یہ معاملہ کہ جو ترمیم (مرکزی) سپریم کونسل میں منظور کر لی گئی، وہ ایک نچلے درجے کی کونسل ''صوبائی مجلسِ عمل'' میں خاموشی سے رد کروا کر اصل مسودہ سے حذف کردی گئی، اس کی خبر نہ متحدہ مجلسِ عمل کی سپریم کونسل کو ہوئی اور نہ ہی موصوف کو ہوئی، اور نہ سپریم کونسل نے صوبائی کونسل سے اس کے اس بالقصد ردّ وترمیم کی کوئی باز پرس کی۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو یہ تمام معاملات جمعیتِ علمائے پاکستان کے اپنے نمائندے کی نااہلیت، اعلیٰ درجہ کے سیاسی امور کو سمجھنے، اسے برتنے اور خاطر خواہ حتمی نتائج حاصل ہونے تک ان امور کی نگرانی کے اصول اور عمل سے ناواقفیت کی بھی دلیل ہے۔

۳۔ تیسرے یہ کہ گشتی مراسلہ تضاد سے بھرا ہوا ہے۔ مراسلہ کے شروع میں یہ کہا جارہا ہے کہ سنی علماء/ اسکالرز/ اہل الرائے حسبہ بل کی حمایت کریں کیونکہ یہ بل فلاں فلاں وجوہ سے بہت اچھا ہے اور آخر میں مرسل الیہ کو احتجاج کے لئے اکسایا جارہا ہے کہ بل میں اہلِ سنت کے عقائد واعمال کی شق کو حذف کردیا گیا ہے (ملاحظہ ہوں سطورِ بالا میں خطِ کشیدہ عبارات)۔ اس سے اہلِ سنت کے افراد پر جبر وظلم کا دروازہ کھل جائے گا اور فرقہ وارانہ فسادات شروع ہوجائیں گے۔ پھر یہ کہ کوئی لائحۂ عمل (Guide Line) بھی نہیں

دیا جارہا ہے کہ احتجاج کرنے اور آواز اٹھانے کا کیا طریقہ ہوگا؟ سڑکوں پر نکل آئیں؟ اخبارات میں لکھیں؟ مجلسِ عمل کی قیادت کو لکھیں؟ یا ان کا گھیراؤ کریں؟ کیا کریں؟

جب بل میں اہلِ سنت کو اپنے عقیدہ و مسلک کے اعتبار سے اعمال بجالانے سے جبراً روکنے کے لئے ایک اہم شق شامل کرلی گئی تو اب اس عمل نے حسبہ بل کے مصنفین کی بدنیتی کو ظاہر کردیا۔ حسبہ بل کے نفاذ کے جو بھی اچھے اثرات بتائے جارہے ہیں اور خود زیرِ نظر گشتی مراسلہ میں موصوف سینئر نائب صدر جمعیت علمائے پاکستان بیان فرمارہے ہیں، امن وامان، عدل وانصاف، خوشحالی وغیرہ، اب اس کا کوئی فائدہ اہلِ سنت کے افراد کو پہنچنے نہیں دیا جائے گا، کیونکہ صوبائی حکومت کی نظر میں یہ لوگ خلافِ شریعت اعمال وعقائد کے مجرم ہوں گے۔ پھر ان کے عقائد واعمال کے خلاف بھی پروپیگنڈا کیا جائے گا اور ان کو ایسی سزا دی جائے گی کہ جس کی دادرسی ملک کی اعلیٰ ترین عدالت میں بھی نہیں ہوسکے گی۔ قیل و قالِ محمد ﷺ بیان کرنے کے تین مراکزِ اہلسنّت: مسجد، مدرسہ، خانقاہ (مزارات) ان سب کو حسبہ بل کی دہشت گردی سے بچانے کے لئے پاکستان میں کوئی اقتدارِ اعلیٰ کی قوت کسی پوزیشن میں نہ ہوگی۔ پھر جو کچھ صوبۂ سرحد کے اہلِ سنت پر بیتے گی اس کا تصور کیا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں دور جانے کی ضرورت نہیں، ایک اسلامی ملک کی مثال موجود ہے جہاں برسوں سے اہلِ سنت کے ساتھ امتیازی سلوک برتا جارہا ہے اور اب انٹرنیشنل میڈیا میں بھی اس کا چرچا ہونے لگا ہے۔ اگر جمعیتِ علمائے پاکستان کے نمائندہ میں ملکی آئین اور قوانین کی تفہیم کی ذرا بھی خُو بُو ہوتی، آئینِ پاکستان کا مطالعہ اور کسی بھی قانون کو وضع کرنے اور اس کو بطور بل اسمبلی میں پیش کرنے کے لئے اوراق التشغیل (Working paper) مرتب کرنے کی تھوڑی بہت بھی فنّی صلاحیت ہوتی تو کم از کم حسبہ بل میں غیر جمہوری اور بنیادی حقوق سے متصادم اس شق میں ضرور ترامیم کرواتے کہ جس میں کہا گیا ہے کہ وزیرِ اعلیٰ محکمہ حسبہ کے سربراہ ہوں گے اور کسی بھی معاملہ میں ان کا فیصلہ حتمی ہوگا جس کی اپیل پاکستان کی کسی ادنیٰ یا اعلیٰ عدالتوں میں نہیں ہوسکے گی۔ کم از کم اہلِ سنت کے افراد کے لئے جبر وظلم کے خلاف عدالتی راستہ تو کھلا ہوتا!

۴۔ چوتھے یہ کہ اگر واقعی جمعیت علمائے پاکستان، اہلِ سنت کے اہل الرائے حضرات سے اس اہم بل پر مشورہ کرنے اور انہیں اس نیک کام میں شریک کرنے کی ترغیب دینے میں مخلص تھی تو اس نے آج سے کئی ماہ قبل جب یہ بل مسودہ کی صورت میں تھا اس کے ''اوراق التشغیل'' (Working paper) ان اہل الرائے کے پاس بھیج کر ان کی رائے اور ضروری ترمیمات کیوں نہ طلب کیں؟ بلکہ اس کی بہتر صورت تو یہ ہوتی کہ حسبہ بل کے ''اوراق التشغیل'' کو ایک سوالنامہ (Questionaire) کے ساتھ بھیجا جاتا اور اسے ایک معینہ مدت تک پُر کرکے بھیجنے کی درخواست کی جاتی۔ حد تو یہ ہے کہ آپ نے زیرِ بحث گشتی مراسلہ کے ساتھ بھی نام نہاد حسبہ بل کی منظور شدہ کاپی منسلک نہیں کی تاکہ مخاطب کو پتہ تو چلے کہ حسبہ بل کس چڑیا کا نام ہے؟ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جمعیت کے نمائندہ صاحب خود اس حسبہ بل کی تدریب علمی وعقلی (Exercise) میں عملی طور پر پوری طرح شامل نہیں رہے اور اخیر وقت میں جب بل اسمبلی میں پیش ہونے کے لئے تیار تھا تو دوڑ دھوپ شروع کی لیکن بدنیت و بدعمل لوگوں کے نقار خانے میں موصوف کی آواز نہ سنی جاسکی۔ اب اس پچھتاوے اور جھینپ کو مٹانے کے لئے زیرِ نظر گشتی مراسلہ کا ڈھونگ رچایا گیا تاکہ اہلِ سنت کے عوام وخواص کو باور کرایا جاسکے گا کہ ہم نے تو بڑی کوشش کی مجلسِ (بد) عمل والے نہیں مانے، ہم کیا کریں؟

ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا!

تو اب ہمارا سوال جمعیت علمائے پاکستان کے سینئر نائب صدر صاحب سے یہ ہے کہ جناب آپ تو قاضی حسین احمد صاحب اور

جناب فضل الرحمٰن صاحب کے ساتھ دانتوں کاٹی روٹی کھانے والے، گلے میں ہاتھ ڈال کر اور کبھی ہاتھوں میں ہاتھ دیئے ایک ساتھ چلنے والے بلکہ ان کے کاندھوں پر بیٹھ کر اسمبلی میں جانے والے ٹھہرے، نیز یہ کہ قاضی حسین احمد صاحب ''مجلسِ عمل'' میں عملی طور پر آپ کے امام (لیڈر) اور جناب فضل الرحمٰن صاحب قومی اسمبلی میں آپ کے مسلّم امام (لیڈر)، تو جب آپس کے اس قدر پیار و محبت اور میل ملاپ کے بعد بھی وہ آپ سے قول و اقرار کے باوجود مکر جائیں، تحریری معاہدہ کو پسِ پشت ڈالدیں، تو بھلا ہماری تحریریں ان پر کیا اثر ڈال سکیں گی؟ ہم تو ان کی صورت دیکھنے کے بھی روادار نہیں! پھر یہ کہ ہمیں ان سے احتجاج کرنے کا کوئی حق بھی نہیں، وہ ہمارے کون ہوتے ہیں؟ اور ہم ان کے کیا ہوتے ہیں؟ البتہ اہلِ سنت و جماعت کے فرد ہونے کے ناتے ہم آپ سے یہ سوال پوچھنے کا حق ضرور رکھتے ہیں:

صاحبو! ''مجلسِ عمل'' والوں نے آپ کے اس عملِ وداد و محبت کا کیا صلہ دیا؟ بدعملی، بدعہدی اور جماعتِ اہلِ سنت کی رسوائی!

۵۔ پانچویں یہ کہ ''مجلسِ عمل'' کی اس بدعہدی کا بعد از صد پشیمانی کوئی جواب دینا ہی تھا تو پھر کوئی مردانہ کام کر دکھاتے! ''مجلسِ عمل'' میں آپ کے امام (لیڈر) جناب قاضی حسین احمد صاحب کی مثال سامنے ہے۔ ابھی چند دنوں کی بات ہے کہ صوبۂ سرحد کی ''مجلسِ عمل'' کی یہی صوبائی قیادت اس بات پر متفق ہوگئی تھی کہ وزیرِ اعلیٰ کو قومی سلامتی کونسل کے اجلاس میں شریک ہونا چاہئے، مگر قاضی صاحب اڑ گئے کہ ایسا نہیں ہوسکتا اور اس پر بھی جب صوبائی قیادت نہ مانی تو انہوں نے ''مجلسِ عمل'' کی صدارت سے تحریری استعفیٰ پیش کر دیا۔ تمام صوبائی قیادت نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا اور قاضی صاحب سے معافی مانگی اور ان کو منا کر لائے، ان کا استعفیٰ واپس کروایا گیا۔ آپ کو اپنی، اپنی جماعت اور ہم اہلِ سنت کی عزت عزیز ہے تو ''مجلسِ عمل'' کی سپریم کونسل سے استعفیٰ دیدیں۔ اگر پھر بھی آپ کی ترامیم نہ تسلیم کی جائیں تو قومی اسمبلی کی نشست سے استعفیٰ دے کر اپنی جماعت کے ٹکٹ پر اسی سیٹ سے ضمنی انتخاب لڑیں۔ آپ انتخاب میں کامیاب ہوں یا نہ ہوں، اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کی بارگاہ میں ان شاءاللہ ضرور سرخرو ہوں گے اور بقول امام احمد رضا قادری محدثِ بریلوی قدس سرہٗ السامی یہی اصل کامیابی ہے، اگر آپ اعلیٰحضرت کو اپنا امام مانیں تو!

وگرنہ۔۔۔۔۔!!!

خون خور و خامش نشیں کہ آں دلِ نازک
طاقتِ فریادِ داد خواہ ندارد

حافظؔ

تفسیرِ رضوی
سورة البقرة

معارف قرآن
من افاضاتِ امام احمد رضا

مرتبہ: علامہ محمد حنیف خاں رضوی*

گزشتہ سے پیوستہ

سورة البقرة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ہے

(۱) الٓمّٓ ۝ (۲) ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَارَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۝ البقرہ ۲/۱،۲

وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن مجید) کوئی شک کی جگہ نہیں، اس میں ہدایت ہے ڈرنے والوں کو۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

سورہ آل عمران میں بیان فرمایا گیا کہ قرآن مجید کی آیتیں دو قسم کی ہیں، متشابہات اور محکمات۔ حروفِ تہجی کہ سورتوں کی ابتدا میں مذکور ہیں محال ہے کہ بے معنے ہوں، نہ یہی معقول کہ حضور اقدس ﷺ پر ان کے معانی ظاہر نہ فرمائے گئے ہوں۔ جس سے خطاب فرمایا جائے اس سے ایسا کلام جس کے معنی وہ نہ سمجھے شانِ مخاطبہ سے بعید ہے اور اگر حضور نہ سمجھتے تو جہاں میں کون سمجھنے والا ہوسکتا ہے۔ تو حاصل یہ ٹھہرے گا کہ وہ کلام نازل فرمایا جسے کوئی نہیں سمجھ سکتا، یہ بات غیر معقول ہے۔ بلکہ یقیناً ان کے معانی حضور اقدس ﷺ جانتے ہیں۔

حضور پر دو قسم کے علم نازل فرمائے، ایک وہ کہ امت کو جن کی تفسیر فرمانے کا حکم تھا، لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (النحل ۱۶/۴۴)، دوسرے وہ کہ خاص محبّ و محبوب میں ہیں، وہ ان مقطعات شریفہ میں ہیں۔ ان میں اصل راہ تو یہی ہے کہ ان کے معنی کا علم اللہ و رسول کے حوالہ کیا جائے و بس اور بعض صحابہ وائمہ کے ان اشارات کی طرف بھی توجہ فرمائی جائے یہ طریقہ تاویل کہلاتا ہے نہ کہ تفسیر۔ تفسیر رائے سے حرام ہے اور تاویل میں رائے کی گنجائش۔ تفسیر بیان مراد ہے اور تاویل بیان احتمال واشارات، صحابہ وائمہ نے جس طور پر ان میں کلام فرمایا اصلاً صالح انکار نہیں تو یہ کہنا کہ وہ ان کی اپنی رائے ہے، یہ گستاخی ہے۔

عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ان کی تاویل یہ مروی ہے کہ الف اشارہ ہے اسمِ جلالت کی طرف اور لام جبرئیل کی طرف اور میم محمد ﷺ کی طرف، گویا فرمایا جاتا ہے کہ اللہ نے جبرئیل کو محمد ﷺ کے پاس یہ کلام لے کر بھیجا تو اس تقدیر پر اگلے دعویٰ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَارَيْبَ فِيْهِ کی دلیل ہوئی۔ اس میں شک کی تین صورتیں ہوتی ہیں، یا تو متکلم کا صدق ضروری نہ ہو، معاذ اللہ، خلاف کا بھی امکان ہو، یا سفیر کہ لے کر آیا اس میں نہ ہو۔ سہو یا خیانت کی گنجائش ہو، یا جن کے پاس آیا ان میں احتمال ہو کہ پورا نہ پہنچائیں گے، یا بات پوری نہ سمجھیں گے۔ یہاں یہ تینوں صورتیں محال ہیں، متکلم اللہ ہے جل جلالہ، جس کا صدق واجب اور کذب محال بالذات اور سفیر جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کہ سہو و خطا سے معصوم ہیں اور مخاطب حضور اقدس ﷺ کے حاوی علوم و رسولِ معصوم ہیں۔ لہٰذا ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَارَيْبَ فِيْهِ۔ اس کتاب میں کوئی شک (کی گنجائش) نہیں۔ بعض نے فرمایا الف ایک ہے، اور لام تیس، اور میم چالیس تو یہ اشارہ ہے کہ ایک اللہ نے تیس پارے والا قرآن چالیس برس کی عمر میں حضور اقدس ﷺ پر نازل فرمایا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ قسمیں ہیں کہ کلام الٰہی میں مذکور ہوئیں۔ میں کہتا ہوں اس تقدیر پر ممکن ہے کہ الف حضور کا قدِ مبارک ہو، اور لام زلفِ مطہر اور میم دہنِ اقدس، گویا ارشاد ہوتا ہے تمہارے قد و زلف و دہن کی قسم اس کتاب میں کوئی شک (کی گنجائش) نہیں۔ یا الف حضور کا قامتِ مبارک ہے جب حضور قیام میں ہوں اور لام کہ نصف جھکا ہوا ہے حالتِ رکوع کا اشارہ ہے اور میم کہ سمٹا ہوا ہے یہ حالت سجود کا ایما، گویا ارشاد ہوا کہ اے قائم راکع ساجد! تیرے قیام و رکوع و سجود کی قسم کہ اس کتاب میں کوئی شک (کی گنجائش) نہیں۔

ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَارَيْبَ فِيْهِ: اس جملہ کریمہ میں محتمل ہے کہ ذٰلِكَ مبتدا اور الکتاب اس کی خبر ہے اور لا ریب فیہ دوسرا جملہ۔

* محقق رضویات و پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف

ذلک سے اشارہ قرآن عظیم کی طرف ہے کہ اس کی علوشان کے سبب اشارہ بعید سے تعبیر فرمایا، اور الکتاب میں لام عہد کا ہے۔ سورہ کریمہ مدنیہ ہے، مدینہ منورہ میں تشریف آوریِ حضور اقدس ﷺ سے قبل یہود آپ سے خوب واقف تھے کہ بعثت اقدس کے منتظر تھے، تو ان میں قرآن عظیم خوب معہود و معروف تھا، کہ وہ نبی آخر الزمان ﷺ جن کے انتظار میں ہم یہاں آباد ہیں ان پر ایسی کتاب اترے گی، تو یہ فرمایا گیا کہ یہ قرآن وہ کتاب ہے جس کے تم منتظر تھے، آگے دوسرے جملہ سے اس کی تاکید فرمائی کہ لاریب فیہ اس کے وہ کتاب معہود ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اور محتمل کہ ذلک الکتاب مبتدا اور لاریب فیہ اس کی خبر ہو، پہلی صورت میں فیہ کی ضمیر مضمونِ جملہ اول کی طرف تھی، اب نفسِ کتاب کی طرف ہوگی، یعنی اس کتاب کریم میں کوئی حرف محلِ شک نہیں، شک تو ہزاروں کو ہے، مگر جہاں آرا آفتاب بے پردہ وحجاب جب نصف النہار پر آئے اور مادرزاد اندھا جس کی آنکھوں کو شعاع کا بھی احساس نہیں، اگر اس میں شک کرے تو آفتاب مشکوک نہیں ہوجائے گا، آفتاب کو یہی کہا جائے گا کہ اس میں کوئی شک نہیں۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم — چشمۂ آفتاب راچہ گناہ
راست خواہی ہزار چشم چناں — کور بہتر کہ آفتابِ سیاہ

یہ آیت کریمہ وہابیہ پر قاہر رد ہے، وہابیہ اس سبوح قدوس کا معاذ اللہ کذب ممکن جانتے ہیں، جب کذب ممکن ہو صدق ضروری نہ ہوا اور جب صدق ضروری نہ ہوا تو لاریب فیہ کہاں سے آئے گا۔ ضرور اس میں محل ریب ہوگا، لاریب فیہ تو یونہی ہے کہ یہ اس کا کلام ہے جس پر کذبِ محال بالذات ہے، کسی طرح اس میں کذب کا امکان نہیں، اور جب امکان مانا تو یقیناً عقل کو احتمالِ کذب رہے گا۔ کیا دلیل کہ وہ کذب جو ممکن تھا واقع نہ ہوا۔

امام الحرمین نے ''کتاب الارشاد'' اور امام فخر رازی نے ''مفاتیح الغیب'' میں اور اکابر ائمہ نے تصریحیں فرمائی ہیں: کہ جو بات ممکن ہے عقل اپنی طرف سے اس کے وجود و عدم دونوں سے یکساں نسبت ہو، پھر کس ذریعہ سے مان لیا کہ اس نے جو کچھ فرمایا ضرور حق ہے، اس کے جاننے کے ذریعے اگر ہو سکے تو تین ہی ہیں، یا تو اس کا وعدہ کہ کذب اگرچہ ممکن ہے مگر میں کبھی صادر نہ کروں گا۔ یا اس کی خبر کہ میں نے جو کچھ فرمایا ہے حق ہی فرمایا ہے، اس امکان کو کام میں نہیں لایا ہوں یا اس کے نبی کی خبر کہ جو کچھ فرمایا حق ہے۔

مسلمانو! ذرا غور کرو! اگر معاذ اللہ اس کا کذب ممکن ہو تو اس کے وعدہ اور اس خبر کے صدق پر کیا اطمینان، ممکن ہے کہ جھوٹ ہی بولا ہو، اور جب اس کی خبر پر اطمینان نہیں تو نبی کی خبر تو دوسرے درجے میں ہے۔ غرض امکانِ کذب مان کر تصدیق کلام اللہ کے سارے ذرائع بند کردیئے۔ یہ حاصل ہے وہابیہ کے ایمان کا جس کو قرآن فرما رہا ہے کہ لاریب فیہ۔ خلاصہ یہ ہے کہ امکانِ کذب مان کر سارا قرآن اور تمام دین و ایمان تہہ و بالا کر دیا، کسی پر اطمینان نہ رہا۔

(۳) الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ ○

وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اٹھائیں۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

متقی صاحبِ تقویٰ کو کہتے ہیں، تقویٰ بچنا اور پرہیز کرنا اور وہ سات قسم ہے۔
قسم اول کفر سے بچنا اور وہ ہر مسلمان کو حاصل ہے۔
دوم، بدمذہبی سے بچنا اور یہ ہر سنی کو نصیب ہے۔
سوم، ہر کبیرہ سے بچنا یعنی نہ کسی کبیرہ کا ارتکاب کرے اور نہ کسی صغیرہ پر اصرار کرے، صغیرہ بھی اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے۔
چہارم، صغائر سے بھی بچنا۔
پنجم، شبہات سے بھی احتراز جس کو فرمایا: آدمی متقین کے درجہ کو نہیں پہنچتا جب تک مباح کو ممنوع کے خوف سے ترک نہ کرے۔
ششم، شہوات سے بچنا۔
ہفتم، غیر کی طرف التفات سے بچنا، یہ اخص الخواص کا منصب ہے۔
اور قرآن کریم ان ساتوں فرقوں کا ہادی ہے۔ ﴿جاری ہے......﴾

مرتبہ: علامہ محمد حنیف خاں رضوی*

دیکھ! اگر تو نے ان کی سنی تو وہ خدا کی راہ سے بہکا دیں گے۔ یہ خیال کرتا ہے کہ ان کا علم دیکھوں ان کا علم کہاں تک ہے۔ یہ کیا کہتے ہیں؟ ارے ان کے پاس علم کہاں۔ وہ تو اپنے اوہام کے پیچھے لگے ہیں اور نری اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔ جن کا تھل نہ بیڑا۔

جب اللہ تعالیٰ واحد قہار کی گواہی ہے کہ ان کے پاس نری مہمل اٹکلوں کے سوا کچھ نہیں تو ان کے سننے کے کیا معنی۔ سننے سے پہلے وہی کہہ دے جو تیرے نبی ﷺ نے فرمایا کہ: "کذبت" شیطان تو جھوٹا ہے اور اس گھمنڈ میں نہ رہنا کہ مجھے کیا گمراہ کریں گے میں تو راہ پر ہوں۔ تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بہکے گا اور کون راہ پر ہے۔ تو پورا راہ پر ہوتا تو بے راہوں کی سننے ہی کیوں جاتا۔

حالانکہ تیرا رب فرما چکا:

ذَرْھُمْ وَمَا یَفْتَرُوْنَ۔ (انعام ۶/۱۳۷) چھوڑ دے انہیں اور ان کے بہتانوں کو۔

تیرے نبی ﷺ فرما چکے:

ایاکم وایاھم ۔ ان سے دور رہو اور ان کو اپنے سے دور رکھو۔

فتاویٰ رضویہ جدید: ۱/۷۸۳

(۱۱) آئندہ گذشتہ سے بدتر ہے

۸۰۔ **عن** أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: لَا يَأْتِيْ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ إِلَّا الَّذِيْ بَعْدَهٗ شَرٌّ مِّنْهُ حَتّٰى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ

فتاویٰ رضویہ ۲/۱۱۰

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم پر آنے والا وقت گذشتہ سے برا ہوگا یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو۔

۸۱۔ **عن** عبد الله بن مسعود رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: أمس خَيْرٌ مِّنَ الْيَوْمِ وَالْيَوْمُ خَيْرٌ مِّنَ الْغَدِ، وَكَذٰلِكَ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: گذشتہ کل آج سے بہتر ہوگا اور آج آئندہ کل سے۔ یہ سلسلہ جاری رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔ فتاویٰ رضویہ ۲/۱۰۱

(اختتام فصل: ۵۔ بدعت)

٦۔ شرک و کفر

(۱) بت پرستی کی ابتدا کس طرح ہوئی

۸۲۔ **عن** عبد الله بن عباس رضي الله عنهما قال: صَارَتِ الْأَوْثَانُ الَّتِيْ كَانَتْ فِيْ قَوْمِ نُوْحٍ فِي الْعَرَبِ بَعْدُ، أَمَّا وَدٌّ كَانَتْ لِكَلْبٍ بِدَوْمَةِ الْجَنْدَلِ، وَأَمَّا سُوَاعٌ كَانَتْ لِهُذَيْلٍ، وَأَمَّا يَغُوْثُ فَكَانَتْ لِمُرَادٍ، ثُمَّ لِبَنِيْ غُطَيْفٍ بِالْجَوْفِ عِنْدَ سَبَا، وَأَمَّا يَعُوْقُ فَكَانَتْ لِهَمْدَانَ، وَأَمَّا نَسْرٌ فَكَانَتْ لِحِمْيَرَ لِاٰلِ ذِي الْكَلَاعِ، وَنَسْرٌ أَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِيْنَ مِنْ قَوْمِ نُوْحٍ، فَلَمَّا هَلَكُوْا أَوْحَى الشَّيْطَانُ إِلٰى قَوْمِهِمْ أَنِ انْصِبُوْا إِلٰى مَجَالِسِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا يَجْلِسُوْنَ أَنْصَابًا وَسَمُّوْهَا بِأَسْمَاءِهِمْ فَفَعَلُوْا فَلَمْ تُعْبَدْ حَتّٰى إِذَا هَلَكَ أُولٰئِكَ وَتَنَحَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ اعالی الافادۃ۔ ص: ۳۱

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں جو بت پوجے جاتے تھے وہی اہلِ عرب نے بعد میں اپنے معبود بنالئے، ود، بنی کلب کا بت تھا جو دومۃ الجندل کے مقام پر رکھا ہوا تھا، سواع، بنو ہزیل کا بت تھا، یغوث بنو مراد کا بت تھا، پھر بنو غطیف نے اس کو اپنا بنالیا جو سبا کے پاس جوف میں تھا۔ یعوق ہمدان کا اور نسر، ذوالکلاع کی

* محقق رضویات و پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف

آل حمیر کا بت تھا۔ یہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام ہیں۔ جب وہ وفات پاگئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ جن مقامات پر وہ اللہ والے بیٹھا کرتے تھے وہاں ان کے مجسمے بنا کر رکھ دو اور ان بتوں کے نام بھی ان نیکوں کے نام پر رکھ دو۔ لوگوں نے عقیدت کی بنیاد پر ایسا کر دیا لیکن ان کو وہ پوجتے نہیں تھے، جب وہ لوگ دنیا سے چلے اور علم بھی کم ہو گیا تو ان کی پوجا ہونے لگی۔ ۱۲م

۸۳۔ **عن** عبید اللہ بن عمیر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: أَوَّلُ مَاحَدَثَتِ الْأَصْنَامُ عَلٰى عَهْدِ نُوحٍ وَكَانَتِ الْأَبْنَاءُ تَبَرُّ الْآبَاءَ فَمَاتَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ فَجَزَعَ عَلَيْهِ ابْنُهُ فَجَعَلَ لَا يَصْبُرُ عَنْهُ فَاتَّخَذَ مِثَالًا عَلٰى صُوْرَتِهٖ فَكُلَّمَا اشْتَاقَ إِلَيْهِ نَظَرَهٗ ثُمَّ مَاتَ فَفُعِلَ بِهٖ كَمَا فَعَلَ، ثُمَّ تَتَابَعُوْا عَلٰى ذٰلِكَ الْآبَاءِ فَقَالَ الْأَبْنَاءُ مَا اتَّخَذَ هٰذِهٖ آبَاءُ نَا إِلَّا أَنَّهَا كَانَتْ اٰلِهَتُمْ فَعَبَدُوْهَا۔ اعالی الافادہ ص:۱۳

حضرت عبید اللہ بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے بت حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں ایجاد ہوئے۔ اس زمانہ میں بیٹے اپنے آباء و اجداد کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آتے۔ ایک مرتبہ ایک شخص کا انتقال ہوا۔ بیٹے نے جزع فزع کی اور صبر نہیں کر سکا تو اس نے باپ کی صورت بنا کر رکھ لی۔ جب والد کو دیکھنا چاہتا اس تمثال کو دیکھ لیتا۔ پھر جب یہ مرا اس کی اولاد نے بھی ایسا ہی کیا۔ یونہی سلسلہ چل پڑا اور اس درمیان کافی آباء و اجداد مر گئے۔ چنانچہ بعد کی نسل نے کہا: ہمارے آباء و اجداد نے ان کے مجسمے اسی لئے بنائے تھے کہ یہ ان کے معبود تھے تو ان سب نے ان کی پوجا شروع کر دی۔ ۱۲م

(۲) مشرک سے میل جول منع ہے

۸۴۔ **عن** جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ اَنْ يُّصَافَحَ الْمُشْرِكُوْنَ اَوْ يُكَنَّوْا اَوْ يُرَحَّبَ بِهِمْ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا کہ کسی مشرک سے ہاتھ ملائیں، اسے کنیت سے ذکر کریں، یا اسے آتے وقت مرحبا کہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ۶/۱۰)

(۱) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

یہ ادنیٰ درجہ تکریم کا ہے کہ نام لیکر نہ پکارا۔ فلاں کا باپ کہا، یا آتے وقت جگہ دینے کو آیئے کہا۔ اللہ اکبر حدیث اس سے بھی منع فرماتی ہے۔ ائمہ دین ذمی کافر کی نسبت وہ احکام تحقیر و تذلیل فرماتے ہیں کہ اسے محررہ بنانا حرام، کوئی ایسا کام اس کے سپرد کرنا جس سے مسلمانوں میں اس کی بڑائی ہو حرام، اس کی تعظیم حرام، مسلمان کھڑا ہو تو اسے بیٹھنے کی اجازت نہیں، بیماری وغیرہ ناچاری کے باعث سواری پر ہو تو جہاں مسلمانوں کا مجمع آئے فوراً اتر پڑے حتیٰ کہ فتاویٰ ظہیریہ، الاشباہ والنظائر، تنویر الابصار اور درمختار وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے:

لو سلم على الذمى تبجيلا يكفر۔ لان تبجيل الكافر كفر۔

اگر ذمی کو تعظیماً سلام کرے گا، کافر ہو جائے گا کہ کافر کی تعظیم کفر ہے۔

فتاویٰ امام ظہیر الدین اشباہ اور درمختار وغیرہا میں ہے:

لو قال لمجوسى يا استاذ تبجيلا كفر۔

اگر مجوسی کو اے استاذ تعظیماً کہا کافر ہو گیا۔

المحجۃ المؤتمنہ ص:۸۵

حواشی

۸۰۔ الجامع الصحيح للبخارى، الفتن، ۲/۱۰۴۷
☆ المسند لاحمد بن حنبل، ۳/۱۱۷
☆ الشفا للقاضى، ۱/۶۶۴
☆ فتح البارى للعسقلانى، ۱۳/۱۶
☆ الدر المنتشره للسيوطى، ۱۲۴
☆ البداية والنهاية لابن كثير، ۹/۱۳۵
۸۱۔ مجمع الزوائد للهثيمى، ۷/۲۸۶
☆ فتح البارى للعسقلانى، ۱۳/۲۰
☆ تنزيه الشريعة لابن عراق، ۲/۲۶۸
۸۲۔ الجامع الصحيح للبخارى، التفسير، ۲/۷۳۲
۸۳۔ يه حديث مجهے نهيں ملى۔
۸۴۔ حلية الاولياء لابى نعيم، ۹/۲۳۶
☆ الجامع الصغير للسيوطى، ۲/۵۶۸

معارف القلوب (گزشتہ سے پیوستہ)

کن کن باتوں کی دعا نہ کرنی چاہیے

مصنف: رئیس المتکلمین حضرت علامہ نقی علی خاں علیہ الرحمۃ الرحمٰن
شارح: امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان
محشی: مولانا عبد المصطفیٰ رضا عطاری*

اور وہ جو حدیث میں ہے کہ ''جوتے کا دوال ٹوٹے تو وہ بھی خدا سے مانگ'' اور بعض مخاطباتِ موسیٰ علیہ السلام میں ہے: ''ہانڈی کا نمک بھی مجھ سے مانگ۔'' مطلب اس کا یہ ہے تمام توجہ اپنی میری طرف رکھ۔ غیر سے اصلاً تعلق نہ کر۔ جو مانگ مجھ ہی سے مانگ۔ اگر احیاناً کسی خسیس چیز کی ضرورت ہو، مجھ سے سوال کر، نہ یہ کہ خسیس ہی سوال کیا کر اور تحقیق یہ ہے کہ یہ امر باختلافِ احوال مختلف ہے جس وقت خدا کے عمومِ کرم وقدرت اور اپنی عاجزی واحتیاج پر نظر ہو اور باوجود اس کے خسیس حقیر چیز کی ضرورت ہو، دوسرے سے سوال کرنا اور غیر کے سامنے ہاتھ پھیلانا قبول نہ کرے، اس قسم کا سوال خدا سے مضائقہ نہیں رکھتا۔ ہاں بلاضرورت خسیس چیز مانگنا حماقت ہے۔ عمدہ شئے مانگے کہ خدا کریم ہے اور ہر چیز پر قادر۔

قولِ رضا: دنیا ذلیل اور اس کی تمام متاع بآں کثرت نہایت قلیل۔ **قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ** ○ (۲۵۲) وہ مسلمان کے لئے زادِ مسافر ہے اور زاد بقدرِ حاجت درکار ہوتا ہے نہ کہ لادنے کو ولہٰذا اس میں زیادہ کی ہوس، کثرت کی طلب مبغوض ٹھہری۔ (۲۵۳)
اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ○ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ○(۲۵۴) اور بے ضرورتِ شرعیہ غیروں کے دروازے پر بھیک مانگنے کی اجازت نہیں۔ تو اب حاجت موجود اور غیر سے مانگنا نامحمود اور زیادہ کی ہوس بھی مردود۔ لاجرم (۲۵۵) نمک کی کنکری بھی رب ہی سے مانگیں گے اور اس کی جگہ یہ نہ کہیں گے کہ نمک کا پہاڑ دیدے یا پیسے کی ضرورت ہے تو کروڑ روپے دیدے کہ ایک پیسہ اور کروڑ اشرفی ذلیل وقلیل ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ یہ **"كَرَّ اِلٰى مَا مِنْهُ فَرَّ"** (۲۵۶) ہوجائے گا۔ بخلاف نعمِ آخرت کہ اس میں زیادت مطلوب ومقصود اور عطائے کریم غیر محدود۔ پھر کیوں کم پر قناعت کریں۔ **وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ** (۲۵۷)

مسئلہ ۷: رنج ومصیبت سے گھبرا کر اپنے مرنے کی دعا نہ کرے کہ مسلمان کی زندگی اس کے حق میں غنیمت ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک شخص شہید ہوا، برس دن بعد (۲۵۸) اس کا بھائی بھی مرگیا۔ طلحہ رضی اللہ عنہ نے خواب میں اس کو دیکھا کہ شہید سے بہشت میں آگے جاتا ہے۔ خواب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا اور اس کی پیش قدمی پر تعجب کیا۔ فرمایا جو پیچھے مرا، کیا اس نے ایک رمضان کا روزہ نہ رکھا؟ اور ایک سال کی نماز ادا نہ کی؟ یعنی مقامِ تعجب نہیں کہ اس کی عبادت اس کی عبادت سے زیادہ ہے۔

اے عزیز! وہاں کے لئے کیا جمع کیا کہ یہاں سے بھاگتا ہے۔ اگر موت کی شدت وسختی سے واقف ہو تو آرزو کرے، کاش! تمام دنیا کی تکلیف مجھ پر ہو اور چند روز موت سے مہلت ملے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: رنج کے سبب موت کی آرزو نہ کرو۔ اگر ناچار ہوجاؤ کہو: **اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ**

''خدایا! مجھے زندہ رکھ جب تک زندگی میرے حق میں بہتر ہے اور مجھے وفات دے جس وقت موت میرے حق میں بہتر ہو۔''

ایک شخص نے پوچھا، بہتر لوگوں کا کون ہے؟ (۲۵۹) فرمایا: ''جس کی عمر دراز ہو اور کام اچھے۔'' عرض کی بدتر لوگوں کا کون ہے؟ فرمایا: ''جس کی عمر بڑی ہو اور کام برے۔''

---

* استاذ جامعہ مدینۃ العلمیہ، گلستانِ جوہر، کراچی

پس نیکو کار کے واسطے زندگی نعمت اور بدکار کے لئے زندگی نقمت (سزا) (۲۶۰) مگر تمنا موت کی اس خیال سے کہ جس قدر جیوں گا زیادہ گناہ کروں گا، نادانی ہے۔ اگر گناہوں کو برا جانتا ہے تو ان کے ترک پر مستعد ہو (۲۶۱) اور عمر دراز طلب کرے تاکہ عبادت و ریاضت سے ان کا تدارک کرے۔ ان الحسنات یذھبن السیئات۔ (۲۶۲)

حضرت مریم سلام اللہ علیہا کا فرمانا: یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ○ (۲۶۳) دعا بہ ہلاک (ہلاکت) نہیں بلکہ آرزو اور تمنا زمانۂ ماضی کی ہے اور رنج و مصیبت سے گھبرانے کی قید اس لئے ہم نے ذکر کی کہ یہ دعا بسببِ شوقِ وصلِ الٰہی و اشتیاقِ لقائے صالحین درست ہے۔

حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا کرتے ہیں: تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ○ (۲۶۴) اسی طرح جب دین میں فتنہ دیکھے تو اپنے مرنے کی دعا جائز ہے۔

حضور اقدس ﷺ سے منقول ہے: اذا اردت بقوم فتنة فاقبضنی الیك غیر مفتون (۲۶۵) حدیث میں ہے، فرماتے ہیں: ''کوئی تم سے موت کی آرزو نہ کرے، (۲۶۶) مگر جب کہ اعتماد نیکی کرنے پر نہ رکھتا ہو۔

قولِ رضا: خلاصہ یہ کہ دنیوی مضرتوں سے بچنے کے لئے موت کی تمنا ناجائز ہے اور دینی مضرّت کے خوف سے جائز (۲۶۷)۔ کما فی الدر المختار والخلاصة وغیرهما

مسئلہ ۷: بےغرض صحیح شرعی کسی کے مرنے اور خرابی کی دعا نہ مانگے، حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: اذا سمعتم الرجل یقول هلك الناس فهو اهلكهم

''جب سنو تم کسی مرد کو کہ کہتا ہے، لوگ ہلاک ہوں، (۷☆) تو وہ سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔'' حدیث شریف میں ہے ایک شرابی کو حضور اقدس ﷺ کے پاس حاضر لائے، حضور نے حد مارنے کا حکم دیا۔ کوئی اس کے ڈھول مارتا، کوئی جوتے۔ فرمایا: ''اس کو ملامت کرو۔'' کسی نے کہا تجھ کو خدا کا خوف نہ آیا، کسی نے کہا تو رسول اللہ ﷺ سے نہ شرمایا، ایک نے کہا اَخْزَاكَ اللّٰه ''خدا تجھے خوار کرے۔'' فرمایا نہ کہو۔ بلکہ کہو اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ ''خدایا! اس کو بخش دے۔ خدایا اس پر رحم فرما۔''

حواشی

۲۵۲۔ تم فرمادو کہ دنیا کا برتنا تھوڑا ہے۔ سورۃ النساء۔ آیت ۷۷، ترجمہ کنز الایمان

۲۵۳۔ یعنی ناپسند ٹھہری۔

۲۵۴۔ تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے، یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔ سورۃ التکاثر۔ آیت ۱، ۲۔ ترجمہ کنز الایمان

۲۵۵۔ ''لازمی طور پر''

۲۵۶۔ ''آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا'' یعنی ایک مصیبت سے چھوٹا دوسری میں جا پھنسا۔

۲۵۷۔ اور خوبیاں تو سب اللہ عزوجل ہی کے لئے ہیں۔

۲۵۸۔ یعنی ایک سال بعد ۲۵۹۔ یعنی لوگوں میں سے بہتر کون ہے؟

۲۶۰۔ یعنی سزا و بدلہ ہے اس کی بداعمالی کا۔

۲۶۱۔ یعنی گناہ چھوڑنے پر چست و کمربستہ ہو اور سچی توبہ کرے کہ آئندہ گناہوں سے باز رہوں گا۔

۲۶۲۔ بےشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ سورہ ھود۔ آیت ۱۱۴۔ ترجمہ کنز الایمان

۲۶۳۔ کسی طرح میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور بھولی بسری ہوجاتی۔ سورہ مریم، آیت ۲۳۔ ترجمہ کنز الایمان

حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے مذکورہ دعا اس سوچ کے پیش نظر کی تھی کہ لوگ کہیں ان کے اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہا السلام سے متعلق بدگمانی و انگشت نمائی کرکے گنہگار و مصیبت میں گرفتار نہ ہوں۔ کما قال فی الکبیر و روح المعانی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۶۴۔ مجھے مسلمان اٹھا اور ان سے ملا جو تیرے قرب خاص کے لائق ہیں۔ سورۃ الیوسف۔ آیت ۱۰۱۔ ترجمہ کنز الایمان

۲۶۵۔ اے اللہ عزوجل! جب تو کسی قوم کے ساتھ عذاب و گمراہی کا ارادہ فرمائے (ان کے اعمالِ بد کے سبب) تو مجھے بغیر فتنے کے اپنی طرف اٹھا لے۔

۲۶۶۔ یعنی تم میں سے کوئی موت کی آرزو نہ کرے۔

۲۶۷۔ یعنی دینی نقصان کے خوف سے موت کی تمنا جائز ہے۔

(۷☆) یعنی جو شخص اوروں کی ہلاکت و خرابی چاہتا ہے، وہ سب سے زیادہ ہلاک و خراب ہوتا ہے، اور بعض ھلك الناس کو جملہ خبریہ کہتے ہیں۔ یعنی جو اوروں کو ہلاکت میں مبتلا و برا اور اپنے آپ کو ان سے بڑا جانتا ہے وہ سب سے زیادہ ہلاکت میں مبتلا اور برا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب، ۱۲ منہ قدس سرہ

سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے اسباب کا مختصر جائزہ

علامہ سید محمد فاروق القادری* ، ایم۔ اے

لَـــهٗ هِـمَـمٌ لَا مُنْتَهٰى لِكِبَارِهَا
وَهِمَّتُهُ الصُّغْرٰى اَجَلُّ مِنَ الدَّهْرِ

ترجمہ: اس شخص کی ہمتوں کو سلام! ان ہمتوں کی عظمت کی کوئی انتہا نہیں اور اس کی سب سے چھوٹی ہمت بھی زمانے (بھر کی ہمتوں) سے بہت بڑی ہے۔

یوں تو اسلامی تاریخ مجاہدینِ حریت اور سرفروشانِ اسلام کے کارناموں سے بھری پڑی ہے لیکن چند نفوسِ قدسیہ ایسے ہو گزرے ہیں جنہوں نے عمر بھر ظالم اور جابر حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اعلاء کلمۃ الحق کا فریضہ اس طرح انجام دیا کہ اس راہ میں ہر قسم کے مصائب و آلام خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کئے اور جان کی بازی تک لگادی۔ بلاشبہ انہی لوگوں کا ذکر زیبِ داستان اور سرمایۂ تاریخ حریت ہے۔

سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ انہی مبارک لوگوں میں سے ایک ہیں۔ آپ کے عہدۂ قضاء سے انکار کا واقعہ کم و بیش تاریخ و سیرت کی تمام مستند کتابوں میں موجود ہے لیکن آپ کی المناک شہادت تک کے واقعات کی کڑیوں کو ملا کر منطقی طور پر نتیجہ کسی نے نہیں نکالا کہ امام اعظم ایسا جلیل القدر پیشوا جیل خانوں میں عمر عزیز کا ایک حصہ گنواتا ہے، کوڑے کھاتا ہے، قسم قسم کی تکلیفیں برداشت کرتا ہے، بالآخر جامِ شہادت پی کر دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے لیکن حکومتِ وقت کا کل پرزہ بننے کے لئے تیار نہیں ہوتا، تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟ دوسری طرف مشہود لہا بالخیر زمانہ ہے، چپے چپے پر نامور علماء اور محدثین موجود ہیں، پھر امام صاحب ہی کے لئے اس قدر اصرار کیوں ضروری سمجھا جاتا ہے؟ گو معاصرین میں کوئی ابوحنیفہ نہ تھا تاہم منصبِ قضا کے لئے ہر طرح باصلاحیت لوگوں کی ایک پوری کھیپ موجود تھی، پھر ہر چند خلافتِ راشدہ باقی نہیں رہی تھی، تاہم حکومت کا سرکاری مذہب اسلام تھا، عدالتوں میں کتاب و سنت کے مطابق فیصلے ہو رہے تھے، قربِ نبوی کی وجہ سے پرہیزگاری، خشیتِ الٰہی اور اتباعِ شریعت بھی آج کی بہ نسبت کہیں زیادہ تھی اس کے باوجود امام عالی مقام کا عہدۂ قضا یا کسی دوسرے منصب سے مسلسل انکار، آخر کیا معنی رکھتا ہے؟

ع کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

منصبِ قضاء سے انکار کا پسِ منظر: خلاصہ کائنات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے عشق و محبت اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلِ بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت و عقیدت بطورِ عقیدت ابتداء ہی سے مسلمانوں کا طرۂ امتیاز رہی ہے۔ خاندانِ نبوی کی نسبت تو ہر دور کے مشائخ اور عشاق کے لئے کعبہ و قبلہ کی حامل رہی ہے۔

سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تربیت سیدنا امام محمد باقر اور سیدنا امام جعفر صادق کی آغوش[1] میں ہوئی بلکہ آپ کا یہ مقام و مرتبہ بجائے خود خاندانِ نبوت کا رہینِ منت ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ سیدنا امام ابوحنیفہ قدس سرہٗ کے مبارک دور بلکہ بہت عرصہ تک خاندانِ نبوت میں سے جو مسندِ ارشاد و تبلیغ پر جلوہ افروز ہوتے رہے۔ وہ علم و عمل، زہد و اتقاء اور گوناگوں دوسری خوبیوں کے اعتبار سے ہر طرح اپنے اپنے دور کے بہترین نفوسِ قدسیہ تھے چنانچہ اس دور کی ہر باکمال ہستی ان کی خوشہ چین اور فیض یافتہ نظر آتی ہے۔

احترامِ امام: مروی ہے کہ ایک دفعہ سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ مسجدِ حرام میں درس دے رہے تھے کہ اتنے میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ آپ اس قدر محو تھے کہ کچھ وقت دوسری طرف توجہ نہ ہوئی۔ تھوڑی دیر جب سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ پر نظر پڑی تو فوراً

* محقق، مصنف اور پیر طریقت

کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے اے ابنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ کی آمد کا مجھے بروقت پتہ چل جاتا تو ایسا کبھی نہ ہوتا کہ آپ کھڑے ہوں اور میں بیٹھا رہوں[۲]۔ یہی وہ نکتہ ہے جس پر حضرت امام کی پوری زندگی کا دارو مدار ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک بلند پایہ عالمِ دین استاذ الائمہ اور شیخ الشیوخ کی حیثیت سے امام صاحب نے بنی امیہ اور بنی عباس کی دونوں حکومتوں کو صحیح خلافت نہیں سمجھا، اس کے برعکس اہلِ بیت کی تمام تحریکوں کو نہ صرف یہ کہ صحیح کہا بلکہ عملی طور پر ان کی مدد کی، بلکہ ان حکومتوں کے خلاف آپ نے خروج کا فتویٰ دیا[۳]۔ اس جرم کی پاداش میں آپ عمر بھر زیرِ عتاب رہے۔ آپ کو قضاء کی پیشکش محض ایک بہانے اور فریب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی تھی۔ منصبِ قضاء پیش کرنے والے بخوبی جانتے تھے کہ آپ کبھی ان کی حکومتوں کا کل پرزہ نہیں بنیں گے جسے وہ سرے سے غلط سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ابوجعفر منصور نے متعدد بار آپ کو جیل سے نکلوا کر لالچ اور تہدید کے ذریعے سمجھانا چاہا مگر ہر دفعہ ناکام ہوکر دوبارہ جیل بھیج دیا۔[۴] کئی عرصہ کوڑوں سے پیٹا جاتا رہا اور بالآخر زہر کا پیالہ دے دیا گیا[۵]۔

ایک روایت کے مطابق جب آپ کو زہر کا پیالہ دیا گیا تو آپ نے فرمایا میں اپنے قتل میں کیسے مدد کرسکتا ہوں؟ چنانچہ آپ کو لٹا کر زبردستی منہ میں زہر انڈیل دیا گیا۔[۶] جس وقت زہر جسم میں سرایت کرگیا تو آپ سجدے میں چلے گئے اور اسی حالت میں انتقال فرمایا۔

سوچنے کی بات ہے، کیا منصبِ قضاء سے انکار ایسا جرم تھا جس کی سزا قتل ہوتی؟ اور قتل بھی ایسے دردناک طریقے پر؟ یہ تو سلطنت کے باغیوں کی سزا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اہلِ بیتِ نبوت سے تعلق خاطر اور وہ بھی محض رسمی نہیں بلکہ ان کے علم وفضل، دیانت وامانت کی بناء پر انہیں مستحق خلافت سمجھنا ہی وہ واحد ناقابلِ معافی جرم تھا جس کی سزا کے لئے حکومت کو یہ سارے بہانے اور حیلے تراشنے پڑے۔ اس مقام پر امام صاحب ایسے عظیم مذہبی پیشوا کے قدموں میں اگر معمولی سی لغزش پیدا ہوتی تو آج ہم بھی حق وصداقت کا منہ چڑھانے والے بعض نام نہاد محققین کی طرح ائمہ اہلِ بیت کی تحریکوں کو بغاوت سمجھ بیٹھتے، مگر امام عالی مقام کا کردار وعمل رہتی دنیا تک حق وصداقت کی مثال بنا رہے گا۔

اصول عمل: صلوا خلف کل برو فاجر کو کلیہ قرار دینے والے کا عمل دیکھئے! وہ رخصت ہے اور یہ عزیمت! ایک ایسی شخصیت جس کی تعلیم وتربیت گہوارۂ نبوت میں ہوئی، جس کی ساری زندگی خاندانِ نبوت پر نثار ہوگئی اس سے اہلِ تشیع کی اس قدر عداوت اور ان کا عناد باعثِ تعجب ہے[۷]۔ اہلِ تشیع ہر اس شخص سے عداوت رکھتے ہیں جو ائمہ اہلِ بیت کا صحیح پیرو ہو یا ان کے علوم ظاہری و باطنی کا صحیح و جائز وارث ہو۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ تو بدرجۂ اتم پیرو اور سیدنا حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ کے صحیح وارث، پھر ان کے علوم کے قاسم و ناشر ہیں اس لئے ان کے ساتھ دوہری عداوت رکھنا اہلِ تشیع کے لئے لازمی ہے۔

گردن نہ جھکی جس کی شہنشاہ کے آگے:

سب سے پہلے یزید بن ہبیرہ نے جو بنی امیہ کی طرف سے عراق کا گورنر تھا، آپ کو اس وقت اپنے دامِ تزویر میں پھنسانا چاہا جس وقت خراسان کے علاقے میں بغاوتیں اور شورشیں شروع ہوگئیں، بنوامیہ کی حکومت جس کی بنیاد اہلِ بیتِ نبوت پر سب وشتم اور ظلم و جور پر قائم ہوئی تھی، ریت کے محل کی طرح گر رہی تھی۔ حکومت نے ان وابستگانِ اہلِ بیت کا سہارا لینا چاہا جو مرجع انام تھے، چنانچہ ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا، آپ سے گورنر نے کہا کہ حکومت کی یہ مہر آپ کے ہاتھ میں رہے گی، آپ کی اجازت اور مشورے کے بغیر عراق میں کوئی کام نہ ہوسکے گا، آپ یہ منصب قبول کرلیں۔ آپ نے فرمایا: یہ تو بڑی بات ہے، اگر مجھے یہ کہا جائے کہ میں اس حکومت کے لئے مسجد کے دروازے گن دوں تو میں اس کے لئے بھی تیار نہیں[۸]۔ ابن ہبیرہ نے آپ کی قید خانے میں ڈال دیا اور مسلسل کئی روز تک آپ کو کوڑے لگواتا رہا۔ اس دوران ہرچند آپ کو سمجھانے بجھانے کی کوشش کی گئی، مگر بے سود! بالآخر اس نے کہا کہ انہیں کوئی یہ سمجھانے والا بھی نہیں کہ مجھ سے مہلت مانگ لیں، اس پر آپ نے مہلت مانگی کہ

میں اپنے دوستوں سے مشورہ کرلوں۔ قید سے چھوٹتے ہی دارالامن مکہ مکرمہ چلے گئے اور بنی امیہ کی حکومت ختم ہونے تک وہاں سے واپس نہ آئے[9]۔

خلیفہ منصور کا اصرار: اس کے بعد دوسرے عباسی خلیفہ المنصور نے منصبِ قضاء قبول کرنے کے لئے آپ سے اصرار شروع کیا، جس طرح بنی امیہ نے عیاری سے حکومت پر قبضہ کیا تھا اسی طرح بنی عباس نے بھی ابتداء میں اہلِ بیت کی مظلومیت اور حقوق سے ان کی محرومی کے افسانے سنا سنا کر بنی امیہ کے خلاف فضا ہموار کی، یہ سارا ڈرامہ امام اعظم کے سامنے کھیلا جارہا تھا، وہ نباض کی طرح تمام حالات کو جانچ رہے تھے، انہیں بخوبی علم تھا کہ بنی امیہ کے دور میں حضرت زید بن علی کے خروج میں ان کے ساتھ تعاون اور ان کے خروج کو جنگِ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے خروج سے تشبیہ دینے کے ان کے عمل سے حکومت پوری طرح باخبر ہے پھر خود بنی عباس کے عہدِ حکومت میں بھی ۱۴۵ھ میں نفسِ زکیہ اور ابراہیم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے خروج میں امام صاحب نے ان کی مالی مدد فرمائی اور ان کے ساتھ خروج کو نفلی حج سے ۵۰ یا ۷۰ گنا زائد ثواب کا کام قرار دیا، پھر یہی نہیں بلکہ منصور کے سپہ سالار حسن بن قحطبہ کو جو امام صاحب کا معتقد تھا ائمہ اہلِ بیت کے خلاف لڑنے سے روک دیا۔

منصور نے اپنے بعض رازداروں سے پوچھا کہ حسن کا آنا جانا زیادہ تر کس کے پاس ہے؟ انہوں نے کہا امام ابوحنیفہ کے پاس! چنانچہ منصور نے حسن کو بھی حضرت امام کے ساتھ زہر دلا کر شہید کردیا[10]۔

ان واقعات کی روشنی میں حضرت امام منصبِ قضاء کے فریب سے پوری طرح باخبر تھے۔ ادھر منصور بھی حضرت امام کے قتل پر تُلا بیٹھا تھا، لیکن اصل قصہ یہ تھا کہ ایک ایسا ذی وجاہت شیخ جس کی عقیدت و محبت کی حدیں منصور کی حکومت سے بھی بڑھی ہوئی تھیں، ایسا معمولی آدمی نہ تھا جس پر حکومت آسانی کے ساتھ یونہی ہاتھ ڈال دیتی۔ منصور نے امام صاحب کو اپنے اقتدار کے لئے قضاء قبول کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس کی صلاحیت نہیں رکھتا، اسے کسی اہل آدمی کے سپرد کرو۔ اس نے کہا کہ آپ غلط بیانی کررہے ہیں، آپ نے فرمایا کہ جھوٹا آدمی تو بطریقِ اولیٰ قاضی بننے کا اہل نہیں! تیز کلامی ہوئی تو آپ کو جیل خانے بھجوادیا گیا۔ جیل خانے میں کئی روز تک اپنے طور پر آپ کو سمجھایا جاتا رہا کہ آپ عہدۂ قضاء قبول کرلیں مگر آپ نہ مانے۔ اس پر منصور تشدد پر اتر آیا اور گیارہ روز تک متواتر اس شخصیت پر کوڑے برسائے جاتے رہے جو کتاب وسنت کے بل بوتے پر لوگوں کے سروں کو جھکانے والی تھی۔ لوگوں کے دلوں پر حکومت کرنے والے خاندانِ نبوی کے نقیب حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی سطوت و ہیبت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ جس وقت منصور کے حکم سے سیدنا امام اعظم کو تیس کوڑے لگائے گئے اور آپ کا مبارک بدن لہولہان ہوگیا تو خلیفہ کے چچا نے اس سے کہا کہ یہ تم نے کیا کیا؟ تم نے اپنے اوپر ایک لاکھ تلواریں کھنچوالیں، یہ تو فقیہِ مشرق ہے[11]۔ جنازہ میں پچاس ہزار آدمیوں نے شرکت کی اور دفن کے بعد بیس روز تک لوگ قبر مبارک پر نمازِ جنازہ پڑھتے رہے، حسبِ وصیت مقبرۂ خیزران میں دفن ہوئے۔ آپ کے نزدیک یہ زمین کسی کی غصب شدہ نہ تھی، آپ کے بعد منصور اکثر کہا کرتا تھا کہ ابوحنیفہ کی پکڑ سے زندگی اور موت میں مجھے کون بچائے گا؟[12]

مثالی قول و فعل: یہ سارے واقعات سیدنا امام اعظم کی زندگی اور ان کے طرزِ عمل کی کھلی ہوئی تصویریں ہیں۔ ہمارے نزدیک امام صاحب کو اس امر کا بخوبی احساس تھا کہ ان کا ہر عمل اور فعل ایک دینی پیشوا ہونے کی حیثیت سے سند سمجھا جائے گا، اس لئے آپ نے عملاً اپنے اس مقام کی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے، اچھی طرح غور و فکر کر کے یہ راستہ اختیار کیا۔

بنی امیہ اور بنی عباس کی حکومتوں میں چند ایک متشرع بادشاہوں کے سوا ہر دور میں اہلِ بیت نبوی کی حمایت و نصرت تو اپنی جگہ رہی، ان سے عقیدت و محبت بھی فوجداری جرم رہا اور تاریخ سینکڑوں ایسے لوگوں کی فہرست پیش کرتی ہے جو صرف اسی جرم کی بناء

پر عمر بھر ماخوذِ عتاب رہے یا قتل ہوئے۔ بعض لوگ بڑے بھونڈے انداز میں اہلِ بیتِ اطہار کے ادعائے خلافت پر نکتہ چینی کرنے لگ جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے جس ناانصافی، ظلم اور بربریت کے خلاف انتہائی بے سروسامانی کے باوجود تلوار اٹھا کر اس قدر عظیم قربانی دی، آپ کے اخلاف بھی نسبی ہوں یا معنوی، ہر دور میں اپنے اس مقتداء اور مورث کی سنت کے امین رہے ہیں اور انہوں نے ہر قسم کے مصائب و آلام کا مردانہ وار مقابلہ کر کے حق و صداقت کا علَم بلند کئے رکھا اور انہی مردانِ احرار کے ایک سرخیل سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے۔

بادی النظر میں آپ کے منصبِ قضاء سے انکار کا واقعہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو، لیکن آپ کی پوری زندگی پر اگر غور کیا جائے تو وقت کی دو عظیم حکومتوں سے ٹکر، قید و بند کی صعوبتیں، جسمانی ایذائیں اور شہادت تک کے واقعات کوئی اتفاقی معمولی باتیں نہیں بلکہ یہ حضرت امام کی پاکیزہ زندگی کے مشن اور سوچے سمجھے راستے کا حصہ ہیں۔ اے کاش! اگر اہلِ بیت کی حمایت و نصرت اور ان کے جان نثاروں کی تاریخ نویسی پر کرفیو نہ ہوتا تو آج تاریخ کا یہ حصہ یقیناً اب سے مختلف ہوتا چونکہ خیر القرون کی تاریخ کا تعلق ہمارے عقائد سے بھی ایک طرح کا ہوتا ہے لہٰذا ضرورت ہے کہ ہمارے محققین نت نئے فرقوں کا بالخصوص خارجیت جو ایک نئے انداز سے سر اٹھا رہی ہے، کے مقابلے میں ہمارے ان جلیل القدر ائمہ کا مسلک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت و صحابہ رضوان اللہ علیہم کے ساتھ عقیدت و محبت کے تناظر میں دیکھیں اور واقعات و حالات پر خارجی اثرات کے عوامل کو ملحوظِ خاطر رکھ کر تبصرہ کریں۔

آخر میں سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی کوہِ گراں شخصیت اور دامانِ نبوت سے ان کے اس قدر تعلقِ خاطر کو سلام کرتا ہوں، بلاشبہ یہی وہ فضیلت ہے جس کی بناء پر حضرت امام کی محبت و عقیدت مسلمانانِ عالم کے دلوں کی دھڑکنوں کے ساتھ وابستہ و پیوستہ ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است برجریدۂ عالم دوامِ ما

حوالہ جات

۱۔ بیاضِ مخدوم ہاشم ٹھٹھوی قلمی۔ جلد ۱:۱۲

۲۔ ذیل الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ ملا علی قاری: ۴۲۳-۴ ''مناقب الامام الاعظم''

۳۔ تاریخ الخلفاء، سیوطی، مجتبائی پریس: ۱۸۰

۴۔ طبقات الکبریٰ، شعرانی، جلد ۱:۴۶

۵۔ ابن خلکان: ۵:۴۲، بیاضِ مخدوم ہاشم ج ۱:۱۱، تاریخ الخلفاء، سیوطی: ۱۸۰

۶۔ مقدمہ ہدایہ، مولانا عبدالحیٔ لکھنوی: ۱۰

۷۔ ذیل الجواہر المضیہ: ۵۰۵

۸۔ ذیل الجواہر المضیہ: ۵۰۵

۹۔ ابنِ خلکان: ج ۵: ۴۱

۱۰۔ ذیل الجواہر المضیہ: ۵۰۶

۱۱۔ ذیل الجواہر المضیہ: ۴۹۳

۱۲۔ ذیل الجواہر المضیہ: ۵۰۶

حضرت ریاض الملّت قدس سرہ

ایک عہد ساز شخصیت

تحریر: صاحبزادہ محمد عتیق الرحمٰن ولی قادری

تخلیق و رہنمائی: کائناتِ ارضی و سماوی کے خالق نے انسان کی تخلیق کے ساتھ اس کی رہنمائی اور رہبری کا بھی احسن طور پر انتظام فرمایا۔ چنانچہ انسانی قدروں کی پاسداری کے لئے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا اور اس سلسلے کی آخری کڑی کے طور پر نبی آخر الزمان سید الانس والجان ﷺ کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا۔ پھر موقع بموقع شجر اسلام کی آبیاری کے لئے بتائیدِ ایزدی کچھ نفوس قدسیہ اپنی خدمات پیش کرتی رہیں اور کر رہی ہیں جن میں ہر ایک اپنی مثال آپ ہے۔ انہی نفوس قدسیہ میں ایک نمایاں نام حضور ریاض الملت مفسر قرآن پیر مفتی ابوالنصر محمد ریاض الدین قادری چشتی نقشبندی سہروردی قدس سرّہ العزیز کا بھی ہے۔ آپ نے اپنی عمر عزیز کا کثیر حصہ تبلیغ دین اور فروغ عشق رسول ﷺ میں صرف کیا۔ زندگی بھر تشنگانِ علم وفن کو سیراب اور سالکانِ راہ طریقت کو بادۂ عرفان کے جام پر جام پلاتے رہے۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ متلاشیانِ راہ حق کے لئے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتا ہے۔ ذیل میں آپ قدس سرہ کا مختصر سوانحی خاکہ تحریر کیا جاتا ہے تاکہ نسلِ نو اپنے اس عظیم پیشوا کی ذات سے متعارف ہو!

سوانحی خاکہ: محمد ریاض الدین بن حضرت صوفی ملک عبد الستار خان، بن رسول خان، بن نواب خان، بن محمد خان، بن شہادت خان، بن محمد ملوک.......الخ۔ حضور ریاض الملت ۸ ذوالحجہ ۱۳۵۱ھ/ ۴ راپریل ۱۹۳۳ء بروز پیر اٹک کے معروف قصبہ ''لنگر شریف'' تحصیل جنڈ میں ہاشمی اعوان کے چشم و چراغ حضرت صوفیؒ باصفا ملک بابا عبد الستار خان چشتی نظامی قدس سرہ کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان شرافتِ نسبی اور علمی متانت کے لحاظ سے علاقہ بھر میں معروف و منفرد تھا۔

حصولِ تعلیم: دنیاوی تعلیم آپ نے مڈل تک حاصل کی جبکہ علوم دینیہ کی تحصیل کے علاوہ لنگر شریف، چورہ شریف، مکھڈ شریف، احسن المدارس راولپنڈی، فیض العلوم پاکپتن شریف اور جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد سے اکتساب فیض کیا۔

آپ کے اساتذہ میں نامور ہستیاں شامل ہیں جن کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۱۔ محدث اعظم پاکستان علامہ محمد سردار احمد فیصل آبادی قدس سرہ۔
۲۔ شیخ القرآن ابوالحقائق علامہ عبد الغفور ہزاروی نور اللہ مرقدہ۔
۳۔ فخر السادات شیخ القرآن ابوالظفر علامہ سید زبیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ۔
۴۔ مخدوم زادہ علامہ قاضی اسرار الحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ۔
۵۔ حضرت مولانا سلطان محمود دمالوی رحمۃ اللہ علیہ۔
۶۔ حضرت مولانا اللہ بخش رحمہ الھادی۔ (واں بھچراں)
۷۔ حضرت علامہ پیر محمد ارشاد حسین چوراہی علیہ الرحمۃ۔
۸۔ حضرت مولانا محمد اسحاق چشتی علیہ الرحمۃ۔

فنون کی تکمیل کے بعد جامعہ رضویہ مظہر الاسلام، فیصل آباد میں دورۂ حدیث کر کے ۲۳ شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ/ ۱۱ فروری ۱۹۶۱ء سند فراغت اور دستار فضیلت حاصل کی۔

تدریس: حضور مفسر قرآن ریاض الملت قدس سرہ مختلف مقامات پر فرائض تدریس سے بحسن وخوبی عہدہ برآ ہوتے رہے جن میں دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور، دار العلوم عربیہ غوثیہ لالہ موسیٰ اور ادارہ تبلیغ الاسلام گجرات میں بحیثیت صدر مدرس جبکہ جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکسواری میر پور (آزاد کشمیر) میں بطور شیخ الحدیث فرائض کی انجام دہی کے بعد مرکزی دار العلوم اہل سنت و جماعت جامعہ غوثیہ معینیہ رضویہ ریاض الاسلام فیض آباد شریف ضلع اٹک میں بحیثیت مہتمم اور شیخ الحدیث زندگی کے آخری سانس تک خدمات انجام دیں جبکہ جامعہ اسلامیہ غوثیہ، چکوال میں بھی دورۂ قرآن مجید کچھ عرصہ تک پڑھاتے رہے۔

خطابت: تبلیغی جلسہ و جلوس کے علاوہ حضور ریاض الملت قدس سرہ جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکسواری، دربار عالیہ میرا شریف لال مسجد لالہ موسیٰ اور مرکزی دار العلوم اٹک میں خطابت کے فرائض بھی خود ہی انجام دیتے رہے۔

بیعت وخلافت: یوں تو حضور ریاض الملت ہر اہل اللہ کی قدر فرماتے تھے اور ان کی محبت سے مخمور تھے البتہ بیعت کا سلسلہ آپ کا حضور محدث اعظم پاکستان سے تھا۔ چنانچہ ۲۲ شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ/ ۱۰رفروری ۱۹۶۱ء کو حضرت محدث اعظم نے آپ کو بیعت اور قیام ہری پور میں پیر و مرشد نے چاروں مشہور سلاسل طریقت میں خلافت سے نوازا۔ حضور ریاض الملت نے بھی علوم شریعت کے ساتھ سلوک وطریقت کا سلسلہ جاری رکھا اور خصوصاً سلسلہ عالیہ قادریہ اور چشتیہ میں کئی خوش نصیبوں کو بیعت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

تلامذہ: حضور ریاض الملت قدس سرہ ایک بلند پایہ ہستی کا نام ہے۔ بایں وجہ ملک بھر سے تشنگانِ علم کا ایک سیلاب آپ کی طرف امڈ آیا۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد بے شمار ہے۔ آپ کے تلامذہ آپ کے حسنِ تربیت کے باعث مختلف اداروں، مدارس اور اسکولوں میں دینی وتعلیمی اور تالیفی وتصنیفی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

اولاد امجاد: حضور ریاض الملت قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں عطا فرمائی ہیں۔ بحمدہ تعالیٰ چاروں صاحبزادے دینی دنیاوی تعلیم سے آراستہ پیراستہ ہیں اور دینی وعلمی امور میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ صاحبزادگان کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ پیر مفتی ابوالفضل محمد خان رضوی مدظلہ
۲۔ صاحبزادہ قاری محمد اکرام علوی قادری
۳۔ صاحبزادہ ابوالحسن واحد رضوی ایم اے
۴۔ صاحبزادہ قاری محمد عثمان خان واجد قادری

تصنیفات وتالیفات: اللہ کے بے پایاں کرم اور رسول رحمت ﷺ کے بے حد احسان سے حضور ریاض الملت بیک وقت مبلغ، مفسر، مفتی، محدث، مفکر، مصنف، فقیہ، معلم، مترجم، مناظر، ولی کامل، محقق اور صاحب طریقت ہستی تھے۔ آپ کی تصنیفات میں سرفہرست تفسیر ریاض القرآن مع ترجمہ ریاض الایمان (چار جلدیں) مع ترجمہ کنز الایمان ہے جو کہ طبع ہو کر داد وتحسین حاصل کر چکی ہے جبکہ ایک جلد میں مختصر تفسیر ریاض العرفان بھی آپ کی ایک اور علمی کاوش ہے جو ابھی لباس اشاعت کی منتظر ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے ایک سو سے زیادہ کتب ورسائل تحریر فرمائے جن میں پچاس سے زیادہ طبع ہو کر علمی دنیا میں اپنا ایک مقام رکھتے ہیں۔ چند ایک کے اسماء تحریر کئے جاتے ہیں:
(۱) مفتاح القرآن (۲) ستون دین (۳) جواہر الصیام (۴) سفینۂ حق (۵) آئینۂ حق (۶) گلدستۂ عقیدت (۷) فضل الزکوٰۃ (۸) نور اوّل کی چمک (۹) خزینۂ حق (۱۰) آفتاب بغداد (۱۱) خلیفۂ بلافصل (۱۲) مینارِ حقیقت (۱۳) آفتابِ ہجویر، (۱۴) آفتابِ اجمیر، (۱۵) آفتابِ چوراہی (۱۶) اہلِ تشیع کی خیر خواہی (۱۷) خاتم الانبیاء (۱۸) ریاضِ شریعت گیارہ حصے وغیرھا [زیر طبع]........ اور غیر مطبوعہ کتب میں:
(۱) ریاض الایقان فی سیرۃ حبیب الرحمان (۲) ریاض الصرف (۳) القول الفصیح (۵) ریاض الفتاویٰ (۶) الفیر وزی علیٰ ایساغوجی [عربی] (۷) پاسبان حق (۸) ریاض الاحادیث (۹) جواہر ریاض (۱۰) شرح کافیہ (عربی) (۱۱) حکایاتِ مشائخ (۱۲) فوائدِ علمیہ (۱۳) ریاض الخطبات وغیرہ اہمیت کی حامل ہیں۔

درج بالا کتب ورسائل کے علاوہ حضرت ریاض الملت قدس سرہ نے مختلف عربی وفارسی کتب کے تراجم بھی فرمائے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:
(۱) ترجمۂ وشرح کتاب الآثار (۲) ترجمہ جریمۃ الرشوۃ محسن طریقی (۳) ترجمہ اصول الکرخی (۴) ترجمہ طریق التعلم لزرنوجی (۵) ترجمہ کتاب العلم لابی خیثمہ نسائی (۶) ترجمہ اصول اربعہ (۷) ترجمہ وتوضیح دیوانِ متنبی وغیرہ۔

ذوق شاعری: حضور ریاض الملت قدس سرہ ذوق شاعری سے بھی بہرہ ور تھے۔ اس سلسلے میں آپ نے کچھ یادگاریں بھی چھوڑی ہیں، جن میں ذکر حبیب [نعت ومناقب کا مجموعہ] ریاض الاشعار اور غیر مطبوعہ میں گلشنِ شہید ملت، ذکر الاصاغر والاکابر اور دیوان ریاض شامل ہیں۔ آپ کا کلام اردو، فارسی، پنجابی اور عربی چار زبانوں پر مشتمل ہے۔

عشقِ رسول ﷺ: آپ قدس سرہ کی ساری حیات طیبہ آپ کے عشقِ رسول ﷺ پر دال ہے۔ تقریر ہو یا تحریر، سفر ہو یا حضر، خلوت ہو یا جلوت غرض دن رات کا کوئی لمحہ اسوۂ رسول ﷺ کے خلاف نہیں گزرتا تھا۔ عشقِ رسول ﷺ کے دعوایدار تو ہم سب ہیں لیکن الا ماشاء اللہ اس دعویٰ کی حقیقی پاسداری کم ہی خوش نصیبوں کے نصیب میں ہوتی ہے۔ بحمدہ تعالیٰ حضور ریاض الملت خوش نصیبوں کی اس فہرست کے سرخیل نظر آتے ہیں۔

ایک منفرد شخصیت: عام طور پر اگر ہم اپنے گرد و پیش کا مطالعہ کریں تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ دنیا میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو اپنی مدد آپ کے تحت اپنا ایک منفرد مقام بنا لیتے ہیں ورنہ کسی کو خاندانی میراث نامور بنا دیتی ہے تو کسی کو دنیاوی جاہ و جلالت و مرتبت۔ مگر میرے ممدوح کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی فضل سے ہر خوبی سے مزین فرمایا تھا۔ گھر کے ماحول اساتذہ اور آپ کے روحانی بزرگوں کی دعائیں آپ کے ساتھ تھیں جو رنگ لائیں اور آپ اپنے خاندان کے سالارِ اعظم بن کر اہل عالم میں متعارف ہوئے۔

فروغ رضویت میں حضرت ریاض الملت کی خدمات: رضویات کے حوالے سے حضور ریاض الملت قدس سرہ کی خدمات پر اگر سرسری نظر دوڑائی جائے تو یہ عقدہ کشا ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی ذات آپ کی آئیڈیل شخصیت تھی۔ ان کے مدمقابل کسی کی پرواہ نہیں فرماتے تھے بلکہ بقول صاحبزادہ واحد رضوی ایک غیر جانبدار شخصیت نے تو پاکستان میں صرف تین شخصیات کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا حقیقی پیرو کار شمار کیا ہے جن میں ایک حضرت ریاض الملت کی ذات تھی۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی کچھ تصنیفات بندہ نے حضور ریاض الملت قدس سرہ سے سبقاً سبقاً پڑھیں۔ آپ فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت پر قربان جاؤں! اپنی تصنیفات کا نام ہی ایسا رکھتے ہیں کہ پڑھنے والے کی علمی قابلیت سامنے آجاتی ہے۔ آپ کی تفسیر ریاض القرآن میں ترجمہ ریاض الایمان، ترجمہ کنز الایمان کی تسہیل ہے۔ اسی بنا پر آپ نے اسے ہمراہ رکھا ہے۔ اس ترجمہ شریف پر قبل ازیں حضرت صدر الافاضل قدس سرہ اور حکیم الامت قدس سرہ کی کاوشیں لائق تحسین ہیں لیکن اس نہج پر گویا اس ترجمہ پر یہ پہلا کام تھا جو کہ حضرت ریاض الملت قدس سرہ کے حصے میں آیا۔ نیز آپ نے جس عظیم دینی درسگاہ کی نہ صرف خود بنیاد رکھی بلکہ ساری زندگی اس میں خدمتِ دین فرمائی اس کے نام میں بھی لفظ ''رضویہ'' حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی مناسبت سے ہی رکھا اور ضلع اٹک جو کبھی مبتدعین کا گڑھ تصور کیا جاتا تھا آج حضرت ریاض الملت قدس سرہ کے دم قدم کی برکت سے اہل سنت کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور نظر آتا ہے اور جگہ جگہ اعلیٰ حضرت کے نام لیوا نظر آتے ہیں۔ اس کا اعتراف خود اس بدراہ ٹولے بلکہ ضلع اٹک کے ایک غالی دیوبندی مولوی غلام خان کو بھی تھا اور اس کی معنوی اولاد کو بھی۔

تحریک ختم نبوت اور حضرت ریاض الملت: تحریک ختمِ نبوت کے حوالے سے آپ علیہ الرحمۃ نے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ جگہ جگہ جلسے کر کے مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ اس زمانے میں جب تمام مکاتب فکر کے لوگ باہم قادیانیت و مرزائیت کے خلاف نبرد آزما تھے تو اٹک شہر میں ایک اجتماع (جس میں دیابنہ کے کچھ سربراہ بھی موجود تھے) سے خطاب فرماتے ہوئے جب حضور ریاض الملت قدس سرہ نے قادیانیت و مرزائیت کے اصل محرک یعنی تحذیر الناس کی قابل گرفت عبارات کا حوالہ دے کر دیوبندیت کو اپنا مکروہ چہرہ دکھایا تو ان کے پاس اس بیان بالبرہان کا کوئی جواب نہ تھا چنانچہ وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئے کہ یہ تو ہمارے ڈھول کا پول کھلنا شروع ہو گیا ہے۔

زیارت حرمین طیبین: حضور ریاض الملت قدس سرہ ۱۹۸۰ء میں حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ اس مبارک سفر کی روداد پر مشتمل انہوں نے ایک رسالہ بنام ''سفر نامۂ حج مبارک'' تحریر فرمایا ہے جو کہ طباعت کا منتظر ہے۔

وصال: حضور ریاض الملت قدس سرہ نے ۱۳ ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ مطابق ۶ جولائی ۲۰۰۱ء بروز جمعۃ المبارک وصال فرمایا۔ ہر سال اسلامی تاریخ کے مطابق آپ کا عرس مبارک آستانہ عالیہ فیض آباد شریف ضلع اٹک میں بحسن و خوبی منایا جاتا ہے۔ ع

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

امام احمد رضا۔ایک مظلوم مصلح

ڈاکٹر غلام غوث قادری*

مطالعہ و مشاہدہ حق و باطل، خیر و شر کی پرکھ کے لئے بہترین وسیلہ ہے۔ پروپیگنڈے اور غلط بیانی سے کچھ دیر کے لئے حق کو باطل، بھلے کو برا بنا کر پیش کیا جا سکتا ہے مگر ہمیشہ کے لئے ایسا نہیں ہوسکتا۔ مطالعۂ و تحقیق کے بعد نادانی و لاعلمی کے پردے اٹھتے ہیں اور حقیقت صاف نظر آنے لگتی ہے۔ کچھ ایسا ہی معاملہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہٗ کے ساتھ ہوا۔ بہت دنوں تک مخالفین و معاندین نے آپ کو پردۂ گمنامی میں ڈال دینے کی شعوری کوشش کی، طرح طرح کی بدگمانیاں پھیلائیں، لیکن جب غلط فہمیوں کے بادل چھٹے تو ان کی خداداد عظمت کا سورج اپنی تابانی بکھیرنے لگا۔ صورتحال یہ ہوئی کہ رضا شناسی کا غیر مختتم سلسلہ چل پڑا چنانچہ آج ملک و بیرون ملک کی مختلف جامعات میں آپ نظر آ رہے ہیں، ایم۔اے میں آپ کو پڑھایا جا رہا ہے اور آپ پر تحقیقی کام ہوئے، اور ہو رہے ہیں، بیشتر حضرات نے آپ کی شخصیت اور کثیر الجہات کارناموں پر مقالے لکھ کر پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں اور مزید کام ہو رہے ہیں، راقم الحروف نے بھی ''امام احمد رضا خان کی انشاء پردازی.....ایک تفصیلی مطالعہ'' کے موضوع پر مقالہ لکھ کر مادرِ علمی، رانچی یونیورسٹی، جھارکھنڈ، ہند سے پی۔ایچ۔ڈی ڈگری حاصل کی۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ آج مسلکی گروہ بندی اور تفریق بین المسلمین کا الزام اعلیٰ حضرت اور ان کے متبعین کے سر دھرا جاتا ہے اور حقیقت ناشناس عامۃ المسلمین کے اذہان کو پروپیگنڈے کے ذریعہ پراگندہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ مسلمانوں کے درمیان انتشار اور عامۃ المسلمین کی تکفیر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور ان کے ہمنواؤں کی دین ہے اور حقائق و شواہد سے صرفِ نظر کر کے یہ مغالطہ دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ علمائے دیوبند کی تکفیر صرف اعلیٰ حضرت اور ان کے متبعین نے ہی کی ہے۔

اس بے بنیاد اور بے سر و پا الزام تراشی کا جائزہ لینے سے پہلے یہ جاننا بے حد ضروری ہے کہ متحدہ ہندوستان میں سوادِ اعظم اہلسنّت والجماعت کے عقیدہ و مسلک پر سب سے پہلے شب خون کس نے مارا اور امتِ مرحومہ کے ایمان و سکون کو سب سے پہلے کس نے غارت کیا؟

چنانچہ مولوی اسماعیل دہلوی (و ۱۱۹۳ھ۔م ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء) نے شیخ نجدی (و ۱۱۱۵ھ/ م ۱۲۰۷ھ) کی ''کتاب التوحید'' سے متاثر ہوکر ''تقویۃ الایمان'' نامی ایک کتاب لکھی، خیال رہے متحدہ ہند کے پُرامن اسلامی ماحول میں تفریق بین المسلمین کا پہلا میزائل یہی ''تقویۃ الایمان'' ہے، جس کی اشاعت نے علمائے کرام و مشائخ عظام اور نیک صالح دین دار خواص و عوام کے قلوب کو مضطرب کر دیا۔ اس کتاب میں اسلامی عقائد پر ضرب کاری لگائی گئی اور غیر اسلامی افکار و نظریات کے ذریعہ اسلام و مسلمان پر جارحانہ حملہ کیا گیا۔ اسلامی معمولات پر بیجا نکتہ چینی کی اور توحید کے نام پر انبیائے کرام و اولیاء عظام کی شان میں گستاخیاں کی گئیں جس کی وجہ سے حساس خواص و عوام کے درمیان اضطرابی کیفیت پیدا ہوگئی جس کی پیشین گوئی بقول مولوی اشرف علی تھانوی، خود مصنف کتاب مولوی اسماعیل دہلوی نے کی تھی۔

حضرات! ذرا سنجیدگی کے ساتھ مولوی اشرف علی تھانوی کا بیان ملاحظہ فرمائیں:

''مولوی اسماعیل دہلوی نے ''تقویۃ الایمان'' اول عربی میں لکھی تھی، چنانچہ اس کا ایک نسخہ میرے پاس اور ایک نسخہ مولانا گنگوہی کے پاس اور ایک نسخہ مولوی نصر اللہ خورجوی کے کتب خانہ میں تھا۔ اس کے بعد مولانا نے اس کو اردو میں لکھا اور لکھنے کے بعد اپنے خاص لوگوں کو جمع کیا جس میں سید صاحب، مولوی عبد الحئی صاحب، شاہ اسحاق صاحب، مولانا یعقوب صاحب، مولانا فرید الدین صاحب مراد آبادی، مومن خان صاحب علوی، استاذ امام بخش صاحب صہبائی اور

*ریسرچ اسکالر، رانچی، جھارکھنڈ، بہار، انڈیا

مولانا مملوک علی صاحب بھی تھے۔ ان کے سامنے ''تقویۃ الایمان'' پیش کی گئی اور فرمایا کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا الفاظ تیز بھی آ گئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے، مثلاً ان امور کو جو شرکِ خفی تھے، شرکِ جلی لکھ دیا ہے اور ان سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت میں شورش ضرور ہوگی، اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو آٹھ دس برس میں بیان کرتا، لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں کے بعد عزمِ جہاد ہے، اس کام سے معذور ہو گیا، اور میں دیکھتا ہوں کہ دوسرا اس بار کو اٹھائے گا نہیں اس لئے میں نے یہ لکھ دی ہے، گو اس سے شورش ضرور ہوگی مگر توقع ہے کہ لوگ لڑ بھڑ کر ٹھیک ہو جائیں گے۔ یہ میرا خیال ہے اگر آپ حضرات کی رائے اشاعت کی ہو تو اشاعت کی جاوے ورنہ اسے چاک کر دیا جائے، اس پر ایک شخص نے کہا کہ اشاعت تو ضرور ہونی چاہئے مگر فلاں فلاں مقام پر ترمیم ہونی چاہئے، اس پر مولوی عبدالحئی صاحب، شاہ اسحاق صاحب، عبداللہ خان علوی، مومن خان نے مخالفت کی اور کہا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں، اسی طرح شائع ہونی چاہئے، چنانچہ اسی طرح شائع ہو گئی۔'' (ارواحِ ثلٰثہ۔ ص:۸۰/۸۱۔ مطبوعہ اشاعت العلوم، سہارنپور)

حضرات! ارواحِ ثلٰثہ کی متذکرہ بالا عبارات کو ملاحظہ فرما لیا، اب ذرا غور کریں کہ ابھی کتاب شائع نہیں ہوئی کہ خود اسماعیل دہلوی ''تقویۃ الایمان'' کے بدانجام کی پیش گوئی کر رہے ہیں۔ یعنی ''اس (تقویۃ الایمان) میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ آ گئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے، اس وجہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی...... گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لوگ لڑ بھڑ کے خود ٹھیک ہو جائیں گے۔''

مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے متبعین کا مقصد پورا ہوا یعنی شورش، لڑائی، جھگڑے (تشدد) اور فرقہ بندی، وہ سب کچھ ہوا جس کی پیشین گوئی انہوں نے کی تھی، کچھ لوگ جبہ و دستار سے دھوکے میں آ کر اپنے آبائی دینِ حق سے منحرف ہونے لگے جبکہ ایک بڑا طبقہ (سوادِ اعظم) جسے نادرست، مشرک، بدعتی کہا گیا، تڑپ اٹھا۔

اس گھناؤنی حرکت کی شکایت حساس علمائے کرام نے حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ (و ۱۱۵۹ھ/ م ۱۲۳۹ھ) سے کی تو حضرت والا نے اسماعیل دہلوی پر اپنے غم و غصہ کا اظہار فرماتے ہوئے کہا:

''میری طرف سے کہو اس لڑکے (اسماعیل) نامراد کو کہ جو ''کتاب التوحید'' ممبئی سے آئی ہے، میں نے بھی اس کو دیکھا ہے، اس کے عقائد صحیح نہیں ہیں، بلکہ وہ (کتاب) بے ادبی، بے نصیبی سے بھری پڑی ہے۔ میں آج کل بیمار ہوں اگر صحت ہو گئی تو میں ''کتاب التوحید'' کی تردید لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں، تم (اسماعیل) ابھی نوجوان بچے ہو، ناحق شورش برپا نہ کرو۔'' (انوارِ صداقت۔ ص:۵۱۶)

متذکرہ بالا عبارت سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (و ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء۔ م ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) کی پیدائش سے بہت پہلے شاہ علامہ عبدالعزیز محدث دہلوی (و ۱۱۵۹ھ۔ م ۱۲۳۹ء) نے "کتاب التوحید" کو پڑھ کر اس کے متعلق اپنی رائے واضح کر دی تھی۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی تنبیہ و فہمائش کے باوجود جب اسماعیل دہلوی اپنی ان نازیبا حرکتوں سے باز نہیں آئے تو حضرت والا نے ان کے باطل عقائد و نظریات کے پیشِ نظر اپنی حیات ہی میں اپنی جائداد منقولہ و غیر منقولہ اپنے نواسوں اور دیگر رشتہ داروں کو ہبہ کر کے انہیں اس پر قابض کرا دیا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے برادرزادے و شاگرد حضرت مخصوص اللہ محدث دہلوی (م ۱۲۷۳ھ) اور حضرت علامہ محمد موسیٰ دہلوی بن شاہ رفیع الدین (و ۱۲۶۳ھ/ ۱۷۵۰ء۔ م ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء) نے جو حضرت علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (و ۱۱۴۰ھ۔ م ۱۱۷۶ھ) کے پوتے اور خود مولوی اسماعیل دہلوی کے چچازاد بھائی تھے، مولوی اسماعیل دہلوی کے باطل عقائد و نظریات کی پرزور مذمت کی اور ان کے رد میں فتاویٰ و رسائل مرتب کئے جن میں اسماعیل دہلوی کو ان کے باطل عقائد و نظریات کے باعث گمراہ و

کافر قرار دیا اور حق کی پاسداری میں خاندانی رشتہ داری کا کوئی پاس ولحاظ نہیں کیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کے گھرانے والوں کے علاوہ جن علمائے کرام نے تقویۃ الایمانی عقیدے کی پرزور مذمت کی ان میں حضرت علامہ شاہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہٗ العزیز (و۱۲۱۲ھ/ ۱۷۹۷ء۔م۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء) کا نامِ نامی سرِ فہرست آتا ہے، چنانچہ ''تقویۃ الایمان'' کے تعلق سے جب آپ سے رابطہ قائم کیا گیا تو آپ نے اس کے جواب میں ایک مبسوط رسالہ ''تحقیق الفتویٰ'' لکھا اور اس میں آپ نے یہ فتویٰ صادر فرمایا کہ:

''قائل ایں کلام لا طائل از روئے شرع مبین بلاشبہ کافر و بے دین است ہرگز مومن و مسلم نیست وحکم اوشرعاً قتل و تکفیر است۔'' (تحقیق الفتویٰ۔ص:۲۳۴۔مطبوعہ لاہور)

حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی کے اس اہم فتوے کی تصدیق اس وقت کے تمام مشاہیر علمائے دہلی نے کی۔ چند نام قابلِ ذکر ہیں:

مولانا التوکل علی اللہ محمد شریف، مولانا محمد موسیٰ، مولانا سعید مجددی، مولانا الحاج محمد قاسم، مولانا کریم اللہ، مولانا فقیر محمد حیات الآری، مولانا محمد رشید الدین، مولانا مخصوص اللہ، مولانا رحمت، مولانا عبد الخالق، مولانا عبداللہ، مولانا صدر الدین، مولانا رحیم الدین قدس اسرارھم۔

حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی کے علاوہ مولانا ابوالکلام آزاد کے والد بزرگوار کے نانا جان علامہ شاہ منور الدین دہلوی قدس سرہٗ (م۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۷ء) نے بھی مصنف ''تقویۃ الایمان'' اور اس کے مندرجات کی تردید فرمائی جس کے معترف خود ابوالکلام ہیں۔ ملاحظہ ہو:

''(مولانا منور الدین کی) ایک کتاب مجموعی طور پر ''تقویۃ الایمان''، جلاء العینین اور ''یک روزی'' کے رد میں ہے، اس میں تقویۃ الایمان کے تیس مسئلے مابہ النزاع منتخب کیے ہیں اور پھر تیس بابوں میں ان کا رد کیا ہے۔''

(آزاد کی کہانی۔ص:۵۸)

حضرت مولانا منور الدین کے علاوہ حضرت علامہ شاہ فضل رسول بدایوانی قدس سرہٗ (و۱۲۱۳ھ/ ۱۷۹۸ء۔م۱۲۸۹ھ/ ۱۸۷۲ء) نے بھی ''تقویۃ الایمان کے رد میں ''سوط الرحمٰن علی قرن الشیطان'' (بوارق محمدیہ) لکھا۔

ان کے علاوہ حضرت مولانا احمد سعید مجددی فاروقی (۱۲۱۷ھ/ ۱۸۰۲ء۔۱۲۷۷ھ/ ۱۸۶۰ء) نبیرۂ مجدد الفِ ثانی علیہما الرحمۃ و استاذ رشید احمد گنگوہی نے بھی دوسرے علمائے کرام کی طرح وہابیت کی تردید میں کتابیں تصنیف کیں۔

آپ کے علاوہ مولانا عبدالرحمٰن فاروقی سلہٹی آسام نے بھی اسماعیل دہلوی کی تردید کی۔ اپنی کتاب ''سیف الابرار'' (مطبوعہ ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء) میں رقم طراز ہیں:

''اول کسے کہ بخلاف اہلسنّت و جماعت انکار اجماع و قیاس کرد در ملک ہند، و رخنہ انداز دین اسلام شد مولوی اسماعیل بود۔'' (سیف الابرار۔ص:۳۳۔مطبوعہ ترکی)

یعنی ہندوستان میں سب سے پہلے جس شخص نے اہلسنّت و جماعت کی مخالفت کرتے ہوئے اجماع و قیاس کا انکار کیا اور اسلامی عقائد میں توڑ پھوڑ کی وہ مولوی اسماعیل دہلوی تھا۔

متذکرہ بالا اکابرینِ امت وصلحائے ملت کے ناموں پر غور فرمائیں تو اندازہ ہوگا کہ یہ سارے کے سارے علمائے کرام اعلیٰ حضرت سے بہت پہلے تقویۃ الایمانی عقائد کا رد کر چکے تھے اور اس کے مصنف کو خارج از اسلام قرار دے چکے تھے۔ اس کے باوجود اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کو تکفیر بین المسلمین کا ذمہ دار قرار دینا ایک تاریخی حقیقت کا بطلان اور ایک امرِ واقعہ سے چشم پوشی نہیں تو اور کیا ہے؟ ہاں یہ ضرور ہے کہ جب ایک صاحب نے شہر بدایوں سے اعلیٰ حضرت سے کتاب تقویۃ الایمان، صراطِ مستقیم، ایضاح الحق، یک روزی اور تنویر العینین کے مندرجات کے بارے میں استفتاء کیا تو آپ نے اس کا یہ جواب دیا:

''بالجملہ ماہ نیم ماہ ومہر نیم روز کی طرح ظاہر و باہر کہ اس فرقہ متفرقہ یعنی وہابیہ اسماعیلیہ اور اس کے امام نافرجام پر جزماً قطعاً یقیناً اجماعاً بوجوہ کثیرہ کفر لازم اور بلاشبہ جماہیر فقہائے کرام واصحاب فتویٰ اکابر و اعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد، کافر باجماع ائمہ ان سب پر اپنے تمام

کفریات ملعونہ سے بالتصریح توبہ ورجوع اورازسرنو کلمۂ اسلام پڑھنا فرض و واجب اگرچہ ہمارے نزدیک مقامِ احتیاط میں اکفار سے کفِ لسان ماخوذ و مختار مرضی ومناسب ہے'' (الکوکبۃ الشہابیہ۔ ص:۶۱، ۶۲ ممبئی)

اعلیٰ حضرت سے پہلے علماء کبار نے مصنف تقویۃ الایمان کو ضال ومضل اور خارج از اسلام قرار دیا وہیں اعلیٰ حضرت نے حد درجہ احتیاط سے کام لے کر ان کی تکفیر سے کفِ لسان فرمایا۔ اس کے باوجود بھی آپ کو طنز وطعن کا نشانہ بنانا اور تفریق بین المسلمین میں پیش پیش رہنے والا قرار دینا ایمان ودیانت پر صریح ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟ ہاں یہ ضرور ہے کہ جب تقویۃ الایمانی عقائد کو اکابرین علمائے دیوبند نے اپنالیا اور انبیائے کرام واولیائے عظام کی شان میں اسی عقیدے اور زبان وبیان کو ان لوگوں نے اپنی اپنی کتابوں میں جگہ دینا شروع کیا تو معاصر علمائے اہلسنّت میں حضرت فاضل بریلوی نے سب سے زیادہ غیرتِ ایمانی کا ثبوت دیا اور علمائے دیوبند کی شرعی گرفت فرمائی اور ان کے باطل افکار ونظریات کی تردید میں متعدد کتب ورسائل تصنیف فرمائے۔ علمائے دیوبند کی زہریلی اور ایمان سوز عبارات کو یہاں بخوفِ طوالت نقل کرنے سے احتراز کرتے ہوئے صرف ان کی کتابوں کے ناموں کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ مثلاً تحذیر الناس ﴿مصنف قاسم نانوتوی﴾، براہینِ قاطعہ ﴿مصنف خلیل احمد انبیٹھوی، مصدقہ رشید احمد گنگوہی﴾، حفظ الایمان ﴿مصنف اشرفعلی تھانوی﴾، فتاویٰ رشیدیہ ﴿مصنف رشید احمد گنگوہی﴾ وغیرہ۔ ان مذکورہ بالا کتابوں میں اہانتِ خدا ورسول سے متعلق مواد بھرے پڑے ہیں۔

ظاہر ہے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ جیسا محبِ خدا و رسول علمائے دیوبند کی ان ہفوات کو برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ انہوں نے علمائے دیوبند کے ایمان کو بچانے کے لئے راہیں ہموار کیں، متعدد اصلاحی خطوط لکھے، بار باران کی توجہ ان کی خطرناک عبارتوں کی طرف مبذول کرائی لیکن آپ کی یہ مخلصانہ آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی تو آپ نے تحذیر الناس کی تصنیف کے تیس سال بعد، براہینِ قاطعہ (سنِ اشاعت ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۷ء) کی اشاعت کے تقریباً سولہ سال بعد اور حفظ الایمان (سنِ اشاعت ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء) کی اشاعت کے تقریباً ایک سال بعد ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء میں المعتقد المنتقد (تصنیف حضرت علامہ شاہ فضل رسول بدایونی) پر حاشیہ کا اضافہ کر کے المعتمد المستند نام رکھا۔ المعتمد المستند کا وہ حصہ جو فتویٰ پر مشتمل تھا، علمائے حرمین کی خدمتِ بابرکت میں پیش کیا جس پر وہاں کے ۳۵ جلیل القدر علمائے کرام نے پرزور تقریظات لکھیں اور کھلے لفظوں میں تحریر کیا کہ مذکورہ بالا افراد بلاشک دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ ان تقریظات وتصدیقات کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے مرتب فرما کر ''حسام الحرمین'' (۱۳۲۴ھ) کے نام سے شائع کردیا۔

قارئین کرام! حق آپ کے سامنے ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو مصنف تقویۃ الایمان یا اکابرین علمائے دیوبند سے نہ تو کوئی ذاتی دشمنی تھی اور نہ کوئی معاصرانہ چشمک۔ آپ نے جو کچھ بھی لکھا علمائے سلف سے جو عقیدہ متواتر چلا آرہا تھا، اس کی حمایت اور علمائے دیوبند نے جو نیا دین مرتب کیا تھا اس کی شناعت میں اور یہ احساس دلانے کے لئے کہ۔

ترسم اے اعرابی کہ تو بہ کعبہ نہ رسی
کیں رہ کہ تو می روی بترکستان است

اب ایسے مخلص وہمدرد محسن کا احسان ماننے کے بجائے اس کو اپنا بدخواہ اور دشمن سمجھنا یہ عقل وبصیرت سے محرومی کی بیّن دلیل نہیں تو اور کیا ہے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ علمائے دیوبند اور ان کے متبعین نے اعلیٰ حضرت پر جس طرح چوکھی حملے کو روا رکھا ہے یہ صریحاً ظلم وجارحیت کے مترادف ہے۔ اس پسِ منظر میں دیکھئے تو حضرت فاضل بریلوی اپنے افکار وکردار کے آئینہ میں بالکل مظلوم مصلح کی حیثیت سے نظر آرہے ہیں

ع مگر آنکھیں اگر ہوں بند تو پھر دن بھی رات ہے!

تاریخ میں اس طرح کی مظلوم ہستیوں کی ایک لمبی قطار نظر آتی ہے۔ چودھویں صدی ہجری میں حضرت فاضل بریلوی اس کی تنہا مثال ہیں۔

ع خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ترتیب: خلیل احمد رانا

طلوعِ سحر

امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ پر ایک بہتان کا ازالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہٗ پر جہاں کئی ایک جھوٹے، بے بنیاد اور من گھڑت الزام واتہام لگائے جاتے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ:

''والجدير بالذكر ان المدرس الذى كان يدرسه مرزا غلام قادر بيک كان اخاللمرزا غلام احمد المتنبى القاديانى'' (احسان الٰہی ظہیر، البریلویہ (عربی)، مطبوعہ لاہور، ص۲۰)

ترجمہ۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان کا استاد مرزا غلام قادر بیگ، مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی تھا۔

عرب کے ایک نجدی قاضی عطیہ محمد سالم نے کتاب ''البریلویہ'' پر تقدیم لکھی اور قاضی ہونے کے باوجود بغیر تحقیق کے کہا!

''بریلویہ کے بانی کا پہلا استاذ، مرزا غلام قادر بیگ، مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی تھا، لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ قادیانیت اور بریلویت دونوں استعمار کی خدمت میں بھائی بھائی ہیں''۔

(عطیہ محمد سالم، تقدیم البریلویہ، عربی، مطبوعہ لاہور، ص۴)

بغض اور حسد ایسی روحانی مہلک بیماریاں ہیں کہ جب انسانی دل ودماغ پر اثر انداز ہوتی ہیں تو انسان میں حق وانصاف کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے، تحقیق اور حق کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں اور انسان شکوک وشبہات کی عمیق دلدل میں پھنس کر راہ حق اور صراط مستقیم سے کوسوں دور ہو جاتا ہے۔

احسان الٰہی ظہیر غیر مقلد بھی ایسی خطرناک بیماریوں کا شکار ہوا اور ایک صالح عاشقِ رسول پر بے جا بہتان لگایا، اب تو دنیا میں تعصب کے اندھے حواری واہ واہ کر دیں گے، مگر میدان محشر میں احسان الٰہی ظہیر اور اس کے حواریوں کے پاس اس بہتان کا کیا جواب ہوگا؟۔

قارئین کرام! امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے ابتدائی کتب کے استاذ مولانا مرزا غلام قادر بیگ بریلوی علیہ الرحمہ اور مرزا غلام قادر بیگ گورداسپوری دو الگ الگ شخصیتیں ہیں، فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے استاذ کو مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی کہنا تحقیق ومطالعہ سے یتیم، سراسر ظلم عظیم اور بغضِ رضا کا سبب ہے، یہ دھاندلی اسی وقت تک چلتی ہے جب تک حقیقت سامنے نہ ہو، لیکن جب سحر طلوع ہوتی ہے تو اندھیرے بھاگنا شروع ہو جاتے ہیں۔

مولانا حکیم مرزا غلام قادر بیگ بریلوی بن حکیم مرزا حسن جان بیگ علیہ الرحمہ

حضرت مولانا حکیم مرزا غلام قادر بیگ بن حکیم مرزا حسن جان بیگ لکھنوی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ، یکم محرم الحرام ۱۲۴۳ھ/ ۲۵ رجولائی ۱۸۲۷ء کو محلّہ جھوائی ٹولہ لکھنؤ (یوپی، ہندوستان) میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد نے لکھنؤ سے ترک سکونت کر کے بریلی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ آپ کی رہائش بریلی شہر کے محلّہ قلعہ میں جامع مسجد کے مشرقی جانب تھی۔ آپ کا رہائشی مکان بریلی شریف میں اب بھی موجود ہے۔ آپ کے بھائی مولانا مرزا مطیع اللہ بیگ بریلوی علیہ الرحمہ کے صاحبزادے مولانا مرزا محمد جان بیگ رضوی علیہ الرحمہ نے خاندانی تقسیم کے بعد ۱۹۱۴ء میں پرانے شہر بریلی میں سکونت کر لی تھی، مگر مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ کی سکونت محلّہ قلعہ ہی میں رہی۔

آپ کا خاندان نسلاً ایرانی یا ترکستانی مغل نہیں ہے بلکہ مرزا اور بیگ کے خطاباتِ اعزاز، شاہانِ مغلیہ کے عطا کردہ ہیں، اسی مناسبت سے آپ

* محقق ومصنف، جہانیاں، پاکستان

کے خاندان کے ناموں کے ساتھ مرزا اور بیگ کے خطابات لکھے جاتے رہے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت خواجہ عبیداللہ احرار نقشبندی علیہ الرحمہ سے ملتا ہے۔ حضرت احرار رحمۃ اللہ علیہ نسلاً فاروقی تھے، اس طرح آپ کا سلسلۂ نسب حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے۔

مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر اور اس کے والد، حضرت خواجہ عبیداللہ احرار سے بیعت تھے اس لئے بابر اور اس کے جانشین، حضرت خواجہ احرار کی اولاد سے فیض روحانی حاصل کرتے رہے لیکن جلال الدین اکبر کے دور میں یہ سلسلہ منقطع ہوگیا اور اس خاندان کے بزرگ واپس وطن لوٹ گئے۔ مغل بادشاہ نورالدین جہانگیر نے اپنے دور میں اپنے خاندانی بزرگوں سے رجوع کیا لہٰذا اس خاندان کے بزرگ تاجکستان سے پھر ہندوستان آگئے۔

خاندانِ اعلیٰ حضرت سے رشتہ داریاں: امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد کرام بھی شاہانِ مغلیہ سے وابستہ رہے ہیں۔ اسی زمانہ سے ان دونوں خاندانوں کے قریبی روابط رہے ہیں۔ مولانا حکیم مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ کے حقیقی بھائی مولانا مرزا مطیع اللہ بیگ علیہ الرحمہ کے پوتے مرزا عبدالوحید بیگ بریلوی کی دو ہمشیرگان امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کے خاندان میں بیاہی گئیں، ایک حضرت مفتی تقدس علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کے تایازاد بھائی حافظ ریاست علی خاں مرحوم کو اور دوسری فرحت علی خاں کے فرزند شہزادے علی خاں مرحوم کو۔

مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ کے بھائی مولانا مرزا مطیع اللہ بیگ جب جامع مسجد بریلی کے متولی مقرر ہوئے تو آپ نے مسجد سے ملحقہ امام باڑہ سے علم اور جھنڈے وغیرہ اتروا دیئے۔ آپ کے اس فعل سے بعض جاہل شرپسند رافضی لوگ آپ کے خلاف ہوگئے، تو اس وقت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے دادا مولانا رضا علی خاں رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا تھا کہ متولی مسجد صحیح العقیدہ سنی حنفی ہیں اور عمارت مسجد سے امام باڑہ کو ختم کرنا شرعاً جائز ہے۔ یہ فتویٰ کرم خوردہ آج بھی بریلی شریف میں مولانا مرزا مطیع اللہ بیگ علیہ الرحمہ کے پوتے مرزا عبدالوحید بیگ کے پاس موجود ہے۔

اعلیٰ حضرت کی تعلیم: مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ اور امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان محبت و مروت کے پرخلوص تعلقات تھے اس لئے مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ نے امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کی تعلیم اپنے ذمہ لے لی تھی۔ آپ کے دیگر تلامذہ آپ کے مطب واقع محلّہ قلعہ متصل جامع مسجد بریلی ہی میں درس لیا کرتے تھے مگر صغرسنی اور خاندانی وجاہت کی وجہ سے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو ان کے مکان پر ہی درس دیتے تھے۔[۱]

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے ابتدائی کتابیں، میزان منشعب وغیرہ مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ سے پڑھیں۔[۲]

مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی لکھتے ہیں!

''اُردو اور فارسی کی ابتدائی کتب آپ (مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ) نے مولانا مرزا غلام قادر بیگ بریلوی علیہ الرحمہ سے پڑھیں''۔[۳]

پروفیسر محمد ایوب قادری (کراچی)، بریلی کے اسلامی مدارس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مولانا محمد احسن نے بریلی کے اکابر وعمائد کے مشورہ اور معاونت سے ایک مدرسہ باسم تاریخی ''مصباح التہذیب'' ۱۲۸۶ھ/۱۸۷۲ء میں قائم کیا...... اس مدرسہ کے پہلے مہتمم مرزا غلام قادر بیگ تھے''۔[۴]

مولوی محمد حنیف گنگوہی دیوبندی لکھتے ہیں!

''اس مدرسہ (مصباح التہذیب) کے پہلے مہتمم مرزا غلام قادر بیگ تھے اور مولوی سخاوت حسین، سید کلب علی، مولوی شجاعت، حافظ احمد حسین اور مولوی حافظ حبیب الحسن درس دیتے تھے''۔[۵]

استاذ و شاگرد کے تعلقات: ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

میں نے جناب مرزا صاحب مرحوم ومغفور (مولانا مرزا غلام قادر بیگ) کو دیکھا تھا۔ گورا چٹا رنگ، عمر تقریباً اسّی سال، داڑھی سر

کے بال ایک ایک کر کے سفید، عمامہ باندھے رہتے۔ جب کبھی اعلیٰ حضرت (مولانا احمد رضا خاں) کے پاس تشریف لاتے، اعلیٰ حضرت بہت ہی عزت وتکریم کے ساتھ پیش آتے۔ ایک زمانہ میں جناب مرزا صاحب کا قیام کلکتہ امر تلا لین میں تھا، وہاں سے اکثر سوالات جواب طلب بھیجا کرتے تھے۔ فتاویٰ رضویہ میں اکثر استفتاء اُن کے ہیں۔ انہیں کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے رسالہ مبارکہ "تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین" (۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۷ء) تحریر فرمایا ہے''۔[٦]

اس رسالہ کا ایک اڈیشن مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی، بار دوم ۱۳۳۰ھ راقم الحروف (خلیل احمد) کی نظر سے بھی گذرا ہے اور ایک اڈیشن ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۴ء میں مرکزی مجلس رضا لاہور نے بھی شائع کیا۔

فتاویٰ رضویہ جلد سوئم، مطبوعہ مبارک پور (ہندوستان) کے صفحہ ۸ پر ایک استفتاء ہے جو مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ نے ۲۱/ جمادی الآخر ۱۳۱۴ھ کو ارسال کیا تھا۔

فتاویٰ رضویہ، جلد گیارہ، مطبوعہ بریلی (ہندوستان)، بار اوّل کے صفحہ ۴۵ پر ایک استفتاء ہے جو مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ نے کلکتہ دھرم تلا نمبر ا سے ۵/ جمادی الآخر ۱۳۱۲ھ کو ارسال کیا تھا۔

اولاد: مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ کے دو فرزند اور دو دختر ان تھیں۔ دونوں دختران فوت ہو گئیں۔ بڑی دختر کے ایک پسر اور چھوٹی دختر کی اولاد بریلی شریف میں سکونت پذیر ہے۔ فرزند اکبر مولانا حکیم مرزا عبدالعزیز بیگ علیہ الرحمہ اور دوسرے فرزند حکیم مرزا عبدالحمید بیگ علیہ الرحمہ تھے۔

مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''خدا کے فضل سے (مولانا غلام قادر بیگ) صاحب اولاد ہیں، ایک صاحبزادہ جن کا نام نامی مرزا عبدالعزیز بیگ ہے، دینیات سے واقف اور طبیب ہیں...... بریلی کی جامع مسجد کے قریب مکان ہے پنج وقتہ نماز اسی مسجد میں ادا کیا کرتے ہیں''۔[۷]

مولانا حکیم مرزا عبدالعزیز بیگ پہلے رنگون (برما) میں رہے، پھر کلکتہ میں طبابت کی، ایام جوانی میں کلکتہ ہی میں سکونت رکھی۔ چنانچہ مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ کبھی کبھی اپنے فرزند اکبر کے پاس کلکتہ تشریف لے جاتے تھے، پھر حکیم مرزا عبدالعزیز بیگ آخری ایام میں کلکتہ سے ترک سکونت کر کے بریلی شریف آ گئے تھے اور وفات تک اپنے آبائی مکان میں سکونت پذیر رہے۔ آپ بڑے ہی علم و فضل والے، عابد، تہجد گزار، متقی اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔[۸]

مولانا حکیم مرزا عبدالعزیز بیگ علیہ الرحمہ کا وصال ۱۴/ ۱۵/ شعبان ۱۳۷۴ھ کی درمیانی شب کو بریلی شریف میں ہوا،[۹] اور آپ لاولد فوت ہوئے۔[۱۰]

دوسرے صاحبزادے مرزا عبدالحمید بیگ پہلے ریاست بھوپال میں رہے، پھر پیلی بھیت کے اسلامیہ انٹر کالج میں ملازم رہے، وہیں آپ کا وصال ہوا، مجرد تھے۔

مرزا محمد جان بیگ رضوی کی بیاض کے مطابق مولانا حکیم مرزا غلام قادر بیگ بریلوی کا وصال یکم محرم الحرام ۱۳۳۶ھ/ ۱۸/ اکتوبر ۱۹۱۷ء کو نوے سال کی عمر میں ہوا اور محلہ باقر گنج واقع حسین باغ بریلی میں دفن ہوئے۔ آپ کے بھائی مرزا مطیع اللہ بیگ علیہ الرحمہ بھی وہیں دفن ہیں۔[۱۱]

تصحیح تاریخ: حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہٗ العالی نے ''حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی'' مطبوعہ سیالکوٹ اور ''حیات امام اہل سنت'' مطبوعہ لاہور میں مولانا مرزا غلام قادر بیگ بریلوی علیہ الرحمہ کا جو سن وفات ۱۸۸۳ء تحریر کیا ہے، وہ درست نہیں ہے۔

مرزا غلام قادر بیگ قادیانی بن مرزا غلام مرتضیٰ

مرزا بشیر احمد بن غلام احمد قادیانی لکھتا ہے:

''مرزا غلام مرتضیٰ بیگ جو ایک مشہور اور ماہر طبیب تھا، ۱۸۷۶ء میں فوت ہوا اور اس کا بیٹا غلام قادر اس کا جانشین ہوا۔ مرزا غلام قادر لوکل افسران کی امداد کے واسطے ہمیشہ تیار رہتا تھا اور اس کے پاس ان افسران کے جن کا انتظامی امور سے تعلق تھا، بہت سے سرٹیفکٹ تھے۔ یہ کچھ عرصہ تک دفتر ضلع گورداسپور میں سپریڈنٹ رہا۔ اس کا اکلوتا بیٹا

صغرسنی میں فوت ہوگیا اور اس نے اپنے بھتیجے سلطان احمد کو متبنیٰ بنالیا تھا، جو غلام قادر کی وفات یعنی ۱۸۸۳ء/۱۳۰۱ھ (تقریباً) سے خاندان کا بزرگ خیال کیا جاتا تھا...... اس جگہ یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ مرزا غلام احمد جو مرزا غلام مرتضیٰ کا چھوٹا بیٹا تھا مسلمانوں کے ایک بڑے مشہور مذہبی سلسلہ کا بانی ہوا، جو احمدیہ سلسلہ کے نام سے مشہور ہوا۔[۱۲]

مولوی ابوالقاسم رفیق دلاوری دیوبندی لکھتے ہیں:

''ان دنوں مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑے بھائی غلام قادر دینانگر (ضلع گورداسپور) کی تھانیداری سے معزول ہوکر عملہ کے پیچھے جوتیاں چٹخاتے پھرتے تھے''۔[۱۳]

مولوی رفیق دلاوری دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''مرزا غلام مرتضیٰ نے ۱۸۷۶ء میں اسی سال کی عمر میں دنیائے رفتنی وگزشتنی کو الوداع کہا، ان کی سب سے بڑی اولاد مراد بی بی تھیں، جن کی شادی مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے بھائی محمد بیگ یعنی بیگم طال عمرہا کے حقیقی چچا سے ہوئی تھی، ان سے چھوٹے غلام قادر تھے، جنہوں نے اپنی حیات مستعار کے پچپن مرحلے طے کرکے ۱۸۸۳ء میں سفر آخرت کیا، ان سے شاہد جنت نام ایک لڑکی تھی......اور سب سے چھوٹے مرزا غلام احمد صاحب تھے (سیرۃ المہدی)[۱۴]

مرزا غلام قادر بیگ کے نام انگریزی حکومت کا ایک مکتوب

''دوستان مرزا غلام قادر رئیس قادیان حفظہٗ، آپ کا خط ۲ ماہ حال کا لکھا ہوا ملاحظہ ایں جانب میں گزرا۔

''مرزا غلام قادر آپ کے والد کی وفات کا ہم کو بہت افسوس ہوا، مرزا غلام مرتضیٰ سرکار انگریز کا اچھا خیرخواہ تھا اور وفادار رئیس تھا، ہم خاندانی لحاظ سے آپ کی اسی طرح عزت کریں گے جس طرح تمہارے باپ کی جاتی تھی، ہم کسی اچھے موقع کے نکلنے پر تمہارے خاندان کی بہتری اور پابحالی کا خیال رکھیں گے۔

المرقوم ۲۹ر جون ۱۸۷۶ء

الراقم سر رابرٹ ایجرٹن صاحب فنانشل کمشنر پنجاب[۱۵]

سند خیرخواہی مرزا غلام مرتضیٰ ساکن قادیان

''میں (مرزا غلام احمد قادیانی) ایک ایسے خاندان سے ہوں کہ جو اس گورنمنٹ کا پکا خیرخواہ ہے، میرا والد مرزا غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیرخواہ آدمی تھا، جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گریفن کی تاریخ ''رئیسان پنجاب'' میں ہے اور ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کی مدد کی تھی، یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانۂ غدر کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے۔ ان خدمات کی وجہ سے جو چٹھیات خوشنودی حکام ان کو ملی تھیں، مجھے افسوس ہے کہ بہت سی ان میں سے گم ہوگئیں مگر تین چٹھیاں جو مدت سے چھپ چکی ہیں ان کی نقلیں حاشیہ میں درج کی گئیں ہیں، پھر میرے والد صاحب کی وفات پر میرا بڑا بھائی مرزا غلام قادر، خدمات سرکاری میں مصروف رہا۔ الخ

پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں!

یہ تحریر مرزا غلام احمد قادیانی کی ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ یہ خاندان سرکار برطانیہ کا ہمیشہ وفادار رہا ہے اور ۱۸۵۷ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کے والد غلام مرتضیٰ اور بڑے بھائی مرزا غلام قادر نے سرکار برطانیہ کی نمایاں خدمات انجام دی ہیں، تفصیل کے لئے دیکھئے اشتہار ''واجب الاظہار'' از مرزا غلام احمد قادیانی (قادیان ۱۸۹۷ء) نیز ''کشف العطاء'' از مرزا غلام احمد قادیانی، (قادیان ۱۹۰۶ء)[۱۶]

خلاصہ کلام:

۱۔اصلیت: مولانا مرزا غلام قادر بیگ بریلوی علیہ الرحمہ ایک صحیح العقیدہ مسلمان، اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وفادار تھے، جب کہ مرزا غلام قادر بیگ قادیانی، انگریزی حکومت کا وفادار اور قادیان کا رئیس تھا۔

۲۔ حیثیت: مولانا مرزا غلام قادر بیگ بریلوی ماہر علوم دینیہ، کامیاب مدرس وطبیب تھے، جب کہ مرزا غلام قادر قادیانی دینانگر (ضلع گورداسپور، مشرقی پنجاب، ہندوستان) کا معزول تھانیدار تھا۔

۳۔ولدیت: مولانا مرزا غلام قادر بیگ بریلوی کے والد ماجد کا نام

مرزا حسن جان بیگ لکھنوی ہے، جب کہ مرزا غلام قادر بیگ قادیانی کے والد کا نام مرزا غلام مرتضٰی بیگ قادیانی ہے۔

٤۔ وفات: مولانا مرزا غلام قادر بیگ کا سن وفات ۱۹۱۷ء ہے جب کہ مرزا غلام قادر قادیانی ۱۸۸۳ء میں فوت ہوا۔

٥۔ عمر: مولانا مرزا غلام قادر بیگ کی عمر ۹۰ سال ہوئی، جب کہ مرزا غلام قادر قادیانی کی عمر ۵۵ سال ہوئی۔

٦۔ نسل: مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ کے دو صاحبزادے حکیم مرزا عبدالعزیز بیگ اور مرزا عبدالحمید بیگ تھے جب کہ مرزا غلام قادر بیگ قادیانی کا ایک ہی بیٹا تھا جو صغرسنی میں فوت ہو گیا تھا۔

ان تمام حقائق و شواہد سے ثابت ہوا کہ مولانا مرزا غلام قادر بیگ بریلوی علیہ الرحمہ اور مرزا غلام قادر بیگ قادیانی، دو الگ الگ شخصیتیں ہیں، ان کو ایک شخصیت قرار دینا افتراء، جہالت اور دروغ گوئی کے سوا کچھ نہیں۔

وما علینا الاالبلاغ المبین

مآخذ و مراجع

[۱]۔ ماہنامہ ''سنی دنیا'' بریلی، مضمون ''مولانا حکیم مرزا غلام قادر بیگ بریلوی''، مضمون نگار، مرزا عبدالوحید بیگ، شمارہ جون ۱۹۸۸ء، ص ۳۷

[۲]۔ مولانا ظفر الدین بہاری، حیات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی، ج ۱، ص ۳۲

[۳]۔ مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی، تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء، ص ۳۹۴

[۴]۔ پروفیسر محمد ایوب قادری، مولانا محمد احسن نانوتوی، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۶ء، ص ۸۲

[۵]۔ مولوی محمد حنیف گنگوہی، ظفر المحصلین باحوال المصنفین، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۶ء، ص ۲۹۵

[۶]۔ مولانا ظفر الدین بہاری، حیات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی، ج ۱، ص ۳۲

[۷]۔ مولانا ظفر الدین بہاری، حیات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی، جلد اوّل، ص ۳۲

[۸]۔ ماہنامہ ''سنی دنیا'' بریلی، شمارہ جون ۱۹۸۸ء، ص ۴۰

[۹]۔ مولوی عبدالعزیز خاں عاصی (متوفی ۱۴؍ اپریل ۱۹۶۴ء)، تاریخ روہیل کھنڈ و تاریخ بریلی، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۳ء، ص ۲۹۹، ۳۰۰

[۱۰]۔ ماہنامہ سنی دنیا، بریلی، شمارہ جون ۱۹۸۸ء، ص ۴۰

[۱۱]۔ ماہنامہ سنی دنیا، بریلی، شمارہ جون ۱۹۸۸ء، ص ۴۰

[۱۲]۔ سیرت المہدی، مطبوعہ قادیان ضلع گورداس پور (مشرقی پنجاب، انڈیا) ۱۹۳۵ء ص ۱۳۵

(نوٹ) ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کے وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں احمدیہ سلسلہ کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔

[۱۳]۔ مولوی ابوالقاسم محمد رفیق دلاوری، رئیس قادیان، مطبوعہ مجلس ختم نبوۃ حضوری باغ روڈ ملتان ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۷۷ء، جلد اول ص ۱۱

[۱۴]۔ مولوی ابوالقاسم محمد رفیق دلاوری، رئیس قادیان، مطبوعہ ملتان ۱۹۷۷ء، ج ۱ ص ۱۱

[۱۵]۔ مرزا بشیر احمد بن غلام احمد قادیانی، سیرت المہدی، طبع قادیان ۱۹۳۵ء حصہ اول، ص ۱۳۴

ایضاً۔ پروفیسر محمد ایوب قادری، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء، ص ۵۱۲

[۱۶]۔ پروفیسر محمد ایوب قادری، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء، ص ۵۰۸، ۵۰۹

گیارھواں فقہی سیمینار

موضوعات، مذاکرات، فیصلے

مفتی محمد نظام الدین رضوی*

وسط رجب ۱۴۲۵ھ میں ہندو پاک کے ڈیڑھ سو سے زائد علمائے کرام وفقہائے عظام کی خدمات میں گیارہویں فقہی سیمینار کے لئے حسبِ ذیل موضوعات پر سوال نامے ارسال کئے گئے۔

۱۔چھت سے سعی اور طواف کا مسئلہ

۲۔بیمہ وغیرہ میں ورثہ کی نامزدگی کی شرعی حیثیت

۳۔فقدانِ زوج کی مختلف صورتوں کے احکام

۴۔فسخ نکاح بوجہ تعسّر نفقہ

۵۔فلیٹوں کی خرید وفروخت کے جدید طریقے اور ان کے احکام

۲۰رمحرم الحرام ۱۴۲۶ھ تک ۶۱رعلمائے کرام کے مقالات موصول ہوئے جوفل اسکیپ سائز کے ۵۴۷صفحات پر مشتمل ہیں۔افادہ واستفادہ کی سہولت کے پیشِ نظر مجلس نے ان کے خلاصے تیار کرائے جنہیں آپ ماہنامہ اشرفیہ ماہِ جون کے شمارے میں ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔

اعلان کے مطابق یہ عظیم فقہی سیمینار اپنے مقررہ اوقات میں عروس البلاد ممبئی میں ۱۸،۱۹،۲۰رصفر کو منعقد ہوا جس میں ۸۱رفقہا و مفتیانِ دین اور دوسرے اربابِ علم ودانش شریک ہوئے۔

فقہی سیمیناروں کی حیثیت دوسرے سیمیناروں سے مختلف ہوتی ہے کہ یہاں مذاکرات ومناقشات کے ذریعہ انسانی قانون کی تشریح وتعیین نہیں کی جاتی بلکہ نو پید شدہ مسائل کی شرعی حیثیت متعین کر کے کتاب و سنت اور نصوصِ فقہیہ کی روشنی میں ان کے شرعی احکام کا تعین کیا جاتا ہے اس لئے جب تک اللہ عزوجل کا فضل خاص شاملِ حال نہ ہو، مسائل کا حل دشوار ہوتا ہے اور شرح صدر حاصل نہیں ہو پاتا۔حدیث پاک "**مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ**" سے اس کا واضح اشارہ بھی ملتا ہے،اس لحاظ سے فقہی مذاکرات کے لئے جس مقدس جگہ کا انتخاب ہوا وہ بہت ہی موزوں ومناسب تھی یعنی ایک بافیض بزرگ سیدی عاشق علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے جوار میں واقع جامع مسجد بخاری، جہاں یوں بھی اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے،اسی مسجد میں سہ روزہ فقہی مذاکرات کی چھ نشستیں منعقد ہوئیں جو بحمدہٖ تعالیٰ بڑی کامیابیوں کے ساتھ اختتام پذیر ہوئیں۔

دن کی نشست صبح ۸ بجے سے ایک بجے تک بعدۂ نمازِ ظہر......اور رات کی نشست نمازِ مغرب کے فوراً بعد شروع ہو کر ۱۱ر بجے شب تک۔ درمیان میں وقفہ برائے نمازِ عشاء۔ ہر نشست کا آغاز تلاوتِ قرآن پاک و نعتِ رسولِ اکرم ﷺ سے ہوتا،اس کے بعد مقررہ موضوع کے مقالات کا خلاصہ پڑھا جاتا، پھر نکاتِ بحث پر مباحثہ شروع ہو جاتا، اکابر، اساطین، اصاغر سب دل کھول کر خالص لوجہ اللہ بحث میں حصہ لیتے اور اہمیت قوت دلیل کو دی جاتی، آزادیٔ بحث کے خوشگوار ماحول میں ہر چھوٹے، بڑے کو بولنے کا خوب موقع ملا، سب نے سب کی باتیں سنیں اور جب حق ظاہر ہو گیا تو اسے بطیبِ خاطر قبول کر لیا، یہاں اس پر نظر ہی نہیں رکھی گئی کہ ''کون کیا کہہ رہا ہے'' بلکہ سب کی نظر صرف اس بات پر رہی کہ ''کیا کہہ رہا ہے''،اس لئے بحث کامیابی کے ساتھ آگے بڑھتی رہی۔

تلخیصات کے مطالعہ سے آپ کو محسوس ہوگا کہ مقالہ نگاروں کی آراء میں کثیر اختلافات تھے مگر بحثوں کے دوران ایسا محسوس ہوتا تھا کہ مجلس پر ''مواہبِ لدنیہ'' اور عطائے نبویہ'' کی برسات ہو رہی ہے، چار پانچ گھنٹے کے اندر حق واضح ہو کر سامنے آجاتا، تمام علماء ایک رائے پر متفق ہو جاتے اور اسی کو فیصلے کے طور پر نوٹ کر لیا جاتا پھر اسے پڑھ کر سنایا جاتا تاکہ تعبیر میں کسی کو کوئی کلام ہو تو اسے بھی درست کیا جاسکے، بسا اوقات تعبیر پر بھی کچھ بحث چھڑ جاتی جسے مختصر ترمیم کے بعد سب قبول کر لیتے۔

چار مسائل تو اپنی اپنی مقررہ نشستوں میں ہی حل ہو گئے البتہ ایک مسئلہ دو نشستوں میں زیرِ بحث رہا۔وہ مسئلہ تھا ''**جدید طرز پر فلیٹوں کی خرید و فروخت**'' کا۔

---

*صدر شعبۂ افتاء، جامعہ اشرفیہ

تیسری نشست میں اس پر بحث شروع ہوئی اور پانچ گھنٹے تک مسلسل جاری رہی مگر کوئی فیصلہ نہ ہوسکا۔ پھر پانچویں نشست میں ۱۱ بجے دن سے دوبارہ اسی موضوع پر بحث شروع ہوئی اور بفضلہ تعالیٰ اذانِ ظہر سے پہلے پہلے صرف دو گھنٹے کے اندر یہ مسئلہ بھی باتفاق رائے حل ہوگیا۔ سچ یہ ہے کہ۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

فیصلے

۱۔ چھت سے سعی وطواف: موسمِ حج میں بے پناہ بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے صفا ومروہ کے درمیان فرشِ زمین پر سعی دشوار سے دشوار تر ہوتی جارہی ہے اس لئے کثیر حجاج مَسْعٰی کی چھت سے سعی کرتے ہیں اور بہت سے حجاج تو عام حالات میں بھی چھت سے سعی کرتے نظر آتے ہیں چونکہ سلف وخلف کے زمانے میں ایسا کبھی نہ ہوا اس لئے حج کے ایام میں عوام وخواص کے درمیان یہ سوال گردش کرتا رہتا ہے کہ چھت سے سعی درست ہے یا نہیں؟ اس کی تنقیح کے لئے بنیادی طور پر یہ سوال حل طلب تھا کہ:

"بین الصفا و المروۃ" کا مفہوم کیا ہے؟ شرعی نقطۂ نظر سے مَسْعٰی (سعی کی جگہ) کیا ہے اور چھت سے سعی فی الواقع صفا ومروہ کے درمیان سعی ہے یا صفا ومروہ کے اوپر؟

اسی ضمن میں ایک دوسرا سوال یہ بھی تھا کہ:

مسجدِ حرام کی چھت سے طوافِ کعبہ کا کیا حکم ہے؟

۱۸ رصفر ۱۴۲۶ھ کی پہلی نشست میں ان امور کے تعلق سے یہ فیصلے ہوئے:

''بین الصفا و المروۃ کا مفہوم اور مَسْعٰی کی تعیین:

بیـن الصفا والمروۃ کا معنی بلحاظ اجزائے ترکیبی: صفا ومروہ کی حقیقی بلندی (زمین سے چوٹی تک) کا درمیانی حصہ۔

بیـن الـصـفـا والمروۃ کا معنیٔ اجمالی حقیقی: صفا ومروہ کے درمیان کی فضا خواہ حقیقی صفا ومروہ سے نیچے ہو یا اوپر آسمان تک، سب اسی معنی کے لحاظ سے بین الصفا والمروہ ہے اور وہ سب مَسْعٰی ہے۔

مسعٰی کی چھت سے سعی: مسلمانوں کو چاہئے کہ اس طریقے سے قریب تر رہیں جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، ظاہر ہے کہ عہدِ رسالت میں سعی زمین پر ہی ہوتی تھی، کسی چھت پر نہیں اس لئے جہاں تک گنجائش ملے زمین سے سعی کی پابندی کی جائے۔ ورنہ بلاوجہ طریقۂ سنت کے خلاف عمل ہوگا۔ ہاں اژدحام یا ساعی کے مرض وضعف کی حالت میں چھت سے سعی بلا کراہت درست ہے۔

چھت سے طواف: اگر مسجدِ حرام کی چھت سے کعبہ مقدسہ کا طواف ہو تو فرض طواف ادا ہوجائے گا جبکہ درمیان میں دیوار وغیرہ حاجب نہ ہو۔ لیکن اگر نیچے مطاف میں گنجائش ہے تو چھت سے طواف مکروہ ہے اس لئے کہ اس صورت میں بلاضرورت مسجد کی چھت پر چڑھنا اور چلنا پایا جاتا ہے جو مکروہ ہے۔ ساتھ ہی اس حالت میں طواف، کعبہ سے قریب تر ہونے کے بجائے بہت دور ہورہا ہے اور بلاوجہ اپنے کو سخت مشقت اور تکان میں ڈالنا بھی ہوتا ہے جب کہ قریب تر مقام سے طواف کرنا افضل ہے اور بلاوجہ اپنے کو مشقت میں ڈالنا منع۔ ہاں اگر نیچے گنجائش نہ ہو یا گنجائش ہونے تک انتظار سے کوئی مانع ہو تو چھت سے طواف بلا کراہت جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ نامزدگی: لائف انشورنس، فکس ڈپوزٹ اور بینک وڈاکخانے کی مختلف اسکیموں میں روپے جمع کرنے کے لئے جو فارم پُر کئے جاتے ہیں ان میں ایک خانہ ''نامزدگی'' کا بھی ہوتا ہے۔ اس خانے میں ایک یا کئی وارثین کے نام لکھنے کی گنجائش ہوتی ہے، اس میں یہ فائدہ ملحوظ ہے کہ مورث کی وفات کے بعد آسانی کے ساتھ جمع شدہ رقم موصول ہوجائے اور کورٹ میں جانے کی حاجت نہ پیش آئے۔ مگر کچھ نامزد حریص وارثوں نے اِسی سے غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ جتانا شروع کردیا کہ صرف وہی اپنے مورث کے جمع کردہ سرمائے کے حقدار ہیں، دوسرے وارثوں کا اس میں کوئی حق وحصہ نہیں، اس کی وضاحت کے لئے بنیادی طور پر اس امر کی تنقیح ضروری ہوئی کہ نامزدگی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ یعنی یہ وصیت ہے یا وصایت؟ وِصایت ایک ایسا عقد ہے جس میں نامزد شخص کھاتہ دار کی وفات کے بعد اس کا قائم مقام اور وکیل ہوجاتا ہے اور اس کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ جمع شدہ روپے

وصول کر کے اس کے حقداروں میں انصاف کے ساتھ تقسیم کردے اور وصیت کا مطلب یہ ہے کہ نامزد شخص کھاتے دار کی طرف سے اس کی وفات کے بعد جمع شدہ روپے کا مالک بنادیا گیا ہے، مگر شریعت کی طرف سے بھی وہ مالک ہے یا نہیں؟ اسے قرآن وحدیث کی روشنی میں سمجھنا چاہئے۔ یہ اور اس طرح کے دوسرے تنقیح طلب امور کو سامنے رکھ کر علمائے کرام نے ۱۸؍صفر ۱۴۲۶ھ کورات کی نشست میں یہ فیصلے صادر فرمائے۔

بیمہ وغیرہ میں نامزدگی کی شرعی حیثیت

ا۔ بیمۂ زندگی، فکس ڈپوزٹ اور بینک، ڈاک خانے کی مختلف اسکیموں میں روپے جمع کرنے کے لئے جو فارم پُر کئے جاتے ہیں ان میں ایک خانہ اس شخص کی نامزدگی کا ہوتا ہے جسے روپے جمع کرنے والے کی کی موت کی صورت میں اصل رقم مع منافع وصول کرنے کا حق ہو، اس پر یہ بحث ہوئی کہ اس نامزدگی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ یہ وِصایت ہے یا وصیت یا کچھ اور؟

بحث وتمحیص کے بعد مجلس کا اس پر اتفاق ہے کہ صورتِ مذکورہ وِصایت ہے جس میں نامزد شخص کی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ وہ رقم وصول کر کے شرعی قانون کے مطابق ورثاء کے درمیان تقسیم کردے۔

نامزدگی کی ایک صورت سرکاری ملازمین کی جانب سے ہوتی ہے جس میں صاحبِ رقم اپنے تمام ورثہ اور ان کے حصوں کی تعیین کرتا ہے کیا یہ صورت بھی وِصایت ہے یا یہ وصیت بالتملیک ہے؟

مندوبین نے اس خاص صورت سے متعلق وصیت بالتملیک ہونے پر اتفاق کیا۔

۲۔ دوسرا مبحث یہ تھا کہ یہ وِصایت، یا وصیت جائز ہے یا نہیں؟

اس کے جواب میں اس پر اتفاق ہوا کہ وِصایت والی صورت جائز ہے اور وصیت بالتملیک سے متعلق درج ذیل تفصیل ہے۔

(الف) اگر مورث نے اپنے تمام ورثہ کو نامزد کر دیا اور ان کے حصے وہی متعین کئے جو مورث کی موت کے بعد قانون میراث میں ان ورثہ کے لئے ہونا چاہئے پھر ان ورثہ میں نہ کوئی اضافہ ہوا، نہ کوئی کمی ہوئی تو حکم ظاہر ہے کہ رفع نزاع کے لئے ایسا کرنا جائز ودرست ہے۔

اب مورث کی نامزدگی اور تعیین حصص کا لحاظ کیا جائے خواہ قانونِ وراثت کا، دونوں حال میں ورثہ کو وہی حصص ملیں گے۔

(ب) ہاں اگر حصوں کی تعیین میں غلطی کی یا ان میں کسی وارث کا اضافہ ہوا یا کمی ہوئی جس کے باعث شرعاً موجودہ ورثاء کے حصے کم وبیش ہوگئے تو موتِ مورث کے وقت جو ورثہ ہیں، شرعی قانونِ میراث کے مطابق ان کا جو حصہ ہونا چاہئے وہی انہیں دیا جائے اور کسی کی کوئی حق تلفی نہ کی جائے، نہ ہی کسی کو اس کے حق سے زیادہ دیا جائے ہاں جس کا حق کم ہو رہا ہے، یا ختم ہو رہا ہے اور وہ عاقل، بالغ ہے، وہ اگر اس پر رضامند ہو اور مورث نے جو تعیین کر دی اسے نافذ کردے تو اس کی وصیت نافذ ہو جائے گی ورنہ اصل یہ ہے کہ وارث کے لئے وصیت جائز نہیں۔

(ج) لیکن ان ورثاء میں کوئی نابالغ ہے اور اس کے حق میں کوئی کمی ہو رہی ہے تو نابالغ کو اپنا حق چھوڑنے کا اختیار نہیں۔ شرعی قانونِ وراثت کے مطابق اسے اس کا پورا حق دیا جائے اور جو بھی اس کا سرپرست ہو وہ اس کے حصے کی نشاندہی کرے۔

۳۔ تیسرا سوال یہ تھا کہ نامزدگی سے روکا جائے یا کچھ ہدایات کے ساتھ جاری رکھا جائے؟

اس کے جواب میں یہ طے ہوا کہ وِصایت اور کسی بھی وصول کنندہ کی نامزدگی بینک وغیرہ کے قوانین کے باعث ایک ''حاجت'' بن چکی ہے اس لئے صاحبِ رقم کی موت کے بعد وصول کرنے کا حقدار کون ہوگا؟ اس کی نامزدگی جائز اور مناسب ہے اور یہ تملیک نہیں بلکہ توکیل ہے اور وصی ووکیل کی ذمہ داری ہے کہ رقم وصول کر کے شرعی قانون کے مطابق ورثہ میں تقسیم کردے یا ان کے سپرد کردے تاکہ وہ اپنے درمیان شرعی حکم کے مطابق صحیح طور پر تقسیم کرلیں۔

البتہ تمام ورثاء کی تعیین اور وصیت بالتملیک والی صورت میں حصوں کی تعیین نہ کی جائے کہ تعیینِ حصص میں غلطی ہو یا ورثاء کی تعداد میں کمی وبیشی کی وجہ سے کوئی نزاعی صورت پیدا ہو، یا وصیت کورد اور بے کار قرار دینے کی نوبت آئے۔ بلکہ مورث حصوں کی تعیین کے بجائے یہ درج کرے کہ:

تادمِ تحریر میرے ورثاء فلاں فلاں ہیں اور ان سے میرے رشتے کی تفصیل یہ ہے۔ میری موت کے وقت تک ان میں کمی یا زیادتی ممکن ہے۔ بہرصورت میری موت کے وقت شرعاً جو بھی میرے ورثاء ہوں انہیں شرعی قانونِ وراثت کے مطابق حصہ دیا جائے اور کسی کی کوئی حق تلفی ہرگز نہ کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔فقدان زوج کی مختلف صورتوں کے احکام

شوہر لاپتہ ہوجائے اور کسی طرح بھی یہ معلوم نہ ہوسکے کہ وہ زندہ ہے یا مرگیا، اس صورت کوفقدان زوج اور ایسے شوہر کومفقود الخبر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگر کسی عورت پر یہ افتاد آجائے اور وہ تنہائی و بے کسی کی زندگی گزارنے پر صبر نہ کرسکے تو اس کے لئے اسلام میں کوئی گنجائش ہے یا نہیں؟ اس کے تعلق سے ۱۹؍صفر ۱۴۲۶ھ کی دوسری نشست میں فقہ اسلامی کے جزئیات کو سامنے رکھ کر خوب بحثیں ہوئیں، پھر یہ فیصلے کئے گئے۔

فقدان زوج کی مختلف صورتوں کا حکم

امام مالک کے یہاں زوج مفقود الخبر کی پانچ صورتیں اور ان کے جداگانہ احکام ہیں، وہ یہ ہیں:

الف) شوہر بلادِ اسلام میں غیر زمانۂ وبا میں مفقود ہوا۔ اس میں عورت کو قاضی کے یہاں استغاثہ کرنا ہے۔ وہ اس کے بعد چار سال انتظار کی مہلت دے گا اور حال معلوم نہ ہونے پر نکاح فسخ ہوگا اور عورت عدت وفات گزار کر کسی اور سے نکاح کرسکے گی۔

ب) بلادِ اسلام میں زمانۂ وبا میں مفقود ہوا۔ اس کا حکم امام مالک کے یہاں یہ ہے کہ وبا ختم ہوتے ہی عورت عدت وفات گزارے، پھر نکاح کرلے۔

ج) مسلمانوں کی باہمی خونریزی میں شریک ہوا، پھر پتہ نہ چلا۔ اس صورت کا حکم ان کے یہاں یہ ہے کہ جنگ بند ہونے کے روز سے عدتِ وفات گزارے، اس کے بعد نکاح کرے۔

د) بلادِ کفر میں لاپتہ ہوا۔ ان کے یہاں اس صورت کا حکم یہ ہے عورت شوہر کی عمر ستر سال ہونے کا انتظار کرے جبکہ شوہر کے مال سے اس کے لئے نفقہ کا انتظام ہو۔

ہ) مسلمانوں اور کافروں کے درمیان جنگ ہوئی، اس میں شریک ہوا، پھر پتہ نہ چلا۔ اس صورت کا حکم یہ ہے قاضی کے یہاں عرضِ حال کرکے نکاح کی اجازت طلب کرے، وہ اسے ایک سال کی مہلت دے، اگر اس درمیان میں شوہر کا پتہ نہ چلے تو یہ عدتِ وفات گزار کر نکاح کرلے۔

اس پر سوال یہ تھا کہ ہمارے فقہائے کرام نے ضرورت شرعی کی بنیاد پر مذہبِ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عدول کرکے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو یہ مذہب اختیار کیا ہے کہ مفقود الخبر کی بیوی قاضی کی مقرر کردہ میعاد چار سال تک شوہر کا انتظار کرکے کچھ مراحل سے گزرنے کے بعد نکاح کرے، کیا وہ صرف غیر زمانۂ وبا میں بلادِ اسلام میں لاپتہ شوہر کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ یہی ظاہر ہے، یا فقدانِ زوج کی پانچوں صورتوں کو عام ہے؟

اس سوال کے جواب میں یہ طے ہوا کہ مفقود کی یہ تقسیم اور اقسام کے الگ الگ احکام صرف مذہبِ امام مالک میں ہیں۔ حنفیہ کے یہاں یہ تقسیم و تفصیل نہیں، بلکہ جملہ اقسامِ مفقود کے لئے انقراضِ اقران اور شوہر کے وقتِ ولادت سے ستر سال تک انتظار کا حکم ہے اور ضرورت کی حالت میں ہمارے فقہاء نے امام مالک کے مذہب میں مذکورہ پہلی صورت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اسی صورت سے ہر قسم مفقود کی زوجہ کا حل نکل آتا ہے۔ اس لئے مفقود کسی قسم کا ہو، عدول اسی صورت کی جانب ہوگا۔

تو حکم یہ ہے کہ مفقود الخبر کسی قسم کا ہو، اس کی زوجہ اگر صبر نہیں کرسکتی تو قاضی کے یہاں استغاثہ کرے گی، قاضی صدق دعویٰ ثابت ہونے کے بعد عورت کو چار سال کی مہلت دے گا اور اس مدت میں تحقیق و تفتیش کرے گا، موت و زیست کچھ معلوم نہ ہونے پر عورت پھر قاضی سے رجوع کرے گی اور وہ موتِ زوج کا حکم دے گا پھر عورت عدتِ وفات گزار کر کسی اور شخص سے نکاح کرسکے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جاری ہے........

اپنے دیس ـ ـ ـ ـ بنگلہ دیس میں

فروغِ رضویات کا سفر
انیسویں قسط

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

حضرت سید احمد اللہ شاہ مجؒ بھنڈاری علیہ الرحمۃ کی زیارت سے واپسی پر خاصی دیر ہوگئی۔ راستہ بھر بارش کا وہی عالم تھا، شمال میں پہاڑی سلسلہ ہے آگے جا کر یہی پہاڑ تری پورہ اسٹیٹ (انڈیا) اور اس کے دوسری طرف برھما کے پہاڑوں سے جا ملتے ہیں، پہاڑ جنگلات سے بھرے ہوئے ہیں۔ وہاں سے ندی نالوں سے بارانی پانی بہہ کر کھیتوں اور کھلیانوں کو تباہ کر رہا تھا۔ جنوب کا میدانی علاقہ وسیع و عریض سمندر میں تبدیل ہو چکا تھا۔ سڑک کے دونوں جانب تناور گھنے درخت کی قطار دور تک چلی جا رہی تھی۔ بارش تھی کہ رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ سڑک متعدد جگہ زیر آب تھی، واپسی پر پانی کا بہاؤ کچھ زیادہ ہی تیز تھا۔ راقم ڈر رہا تھا کہ کہیں کار پھنس نہ جائے لیکن مولانا ابوالبیان صاحب نے فرمایا کہ آپ گھبرائیں نہیں، ہم ان شاء اللہ بخیر و عافیت اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے۔ الحمدللہ وہ نہایت ہشیاری اور چابکدستی سے اپنی پجارو نما جیپ ڈرائیو کرتے ہوئے ہمیں منزلِ مقصود تک بسلامت پہنچانے میں کامیاب ہوگئے۔ تقریباً ۳ بجے کے قریب ہم لوگوں نے حضرت مفتی امین الاسلام ہاشمی قبلہ کے ہاں کھانا تناول کیا۔ ۵ بجے ہمیں میٹرو ول آڈیٹوریم پہنچنا تھا جہاں اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن بنگلہ دیش کی جانب سے فقیر کے اعزاز میں استقبالیہ کا انتظام تھا۔ ہم لوگ تھوڑی دیر آرام کے لئے مفتی صاحب قبلہ کے دولت خانے کی اوپری منزل میں اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ مولانا شاہد الرحمٰن ہاشمی صاحب نے ساڑھے چار بجے شام ہم سب کو بیدار کیا کہ تیار ہو جائیں۔ ہمیں پانچ سوا پانچ بجے تک ہر صورت میں میٹرو ول آڈیٹوریم پہنچنا ہے کیونکہ ساڑھے چھ بجے ہال خالی کر دینا ہے۔ عزیزی ڈاکٹر ارشاد احمد بخاری اور راقم غسل اور لباس کی تبدیلی سے فارغ ہو کر نیچے آگئے۔ کار تیار تھی۔ حضرت قبلہ مفتی امین الاسلام ہاشمی مدظلہٗ کے ساتھ یہ ناچیز، علامہ بخاری، مولانا شاہد الرحمٰن صاحب، مولانا انیس الزمان صاحب بیٹھے اور دوسری گاڑی میں مولانا حافظ خالد الرحمٰن صاحب، مولانا صادق الرحمٰن، مولانا عاشق الرحمٰن صاحب تشریف فرما ہوئے۔ ہم لوگ جب میٹرو ول ہال پہنچے تو خاصی تعداد میں علماء و طلباء وہاں موجود تھے، ہال تہہ خانے میں تھا۔ ہمارا استقبال مین گیٹ پر نعرہ ہائے تکبیر و رسالت سے کیا گیا، ادارہ کی مجلسِ استقبالیہ کے اراکین جن میں محترم ایڈووکیٹ مصباح الدین بختیار صاحب (صدر اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن)، جناب مولانا بدیع العالم رضوی صاحب (نائب صدر)، الحاج مولانا عبد المنان (مترجم کنز الایمان بنگالی)، جناب مولانا مفتی عبید الحق نعیمی صاحب، الحاج مولانا عبد الصمد صاحب اور دیگر احباب نے ہمارا استقبال کیا اور اسٹیج پر لے گئے۔ اسٹیج پر مولانا نظام الدین رضوی جنرل سیکریٹری اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن بھی موجود تھے۔

ایڈووکیٹ مصباح الدین بختیار صاحب کی صدارت میں جلسۂ استقبالیہ کی کاروائی شروع ہوئی۔ نظامت کے فرائض مولانا انیس الزمان (نائب صدر) اور مولانا نظام الدین رضوی صاحب نے باری باری ادا فرمائے۔ الحاج عبد المنان صاحب کی تلاوت سے جلسہ کا آغاز ہوا۔ مولانا انیس الزمان صاحب اور مولانا اقبال حسین زنگی صاحب نے یکے بعد دیگرے کلامِ رضا سے منتخب اشعار پڑھ کر لوگوں کے دلوں کو گرمایا، جبکہ خطبۂ استقبالیہ فاؤنڈیشن کے نائب صدر اور پرنسپل مدرسۂ طیبیہ اسلامیہ سنیہ مولانا بدیع العالم رضوی صاحب نے پیش کیا جس کا متن درج ذیل ہے۔ ملاحظہ ہو کس قدر شستہ اردو میں ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی و نسلم علی رسولہ النبی الکریم

نعرۂ تکبیر..... اللہ اکبر نعرۂ رسالت..... یارسول اللہ ﷺ

نعرۂ غوثیہ..... یاغوث اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ

برقدوم میمنت لزوم، عظیم البرکت، رفیع العزت، مبلغ مسلکِ اعلیٰ حضرت، حضرت صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ، صدر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل،

کراچی، پاکستان، اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن، بنگلہ دیش کے زیر اہتمام بمقام میٹروول آڈیٹوریم تقریبِ محفلِ استقبالیہ میں آپ کی تشریف آوری پر ہدیہ تشکر وخراجِ عقیدت۔

جناب عالی مرتبت!

ہم خالقِ کائنات کے دربارِ عالیشان میں بے حد شکر گذار ہیں کہ جس نے سرورِ کائنات ﷺ کو مبعوث فرما کر عالمِ انسانیت، خصوصاً مسلمانوں پر احسانِ عظیم فرمایا۔ دربارِ الٰہی میں سپاس گذار ہیں کہ آج اس انحطاطِ ملّت اور علمِ نافع، علمِ دین کی ناقدری اور زوال پذیری کے دور میں جبکہ ہر طرف الحاد، لادینیت، فرنگی وصیہونی ذہنیت، قادیانیت، وہابیت اور جہاد اور تبلیغِ دین کے پردے میں نجدیت ومودودیت کی کالی گھٹاؤں نے علمِ نافع اور علمِ حقیقی کے آفتاب کو گہنایا ہوا ہے، عالمِ اسلام کے گوشہ گوشہ میں مایوسی کے بادل چھائے ہوئے ہیں، علمِ دین کی مسندیں ویران ہو رہی ہیں، اسلام کے بنیادی عقائد پر ضربیں لگائی جارہی ہیں، ایسے نازک اور پرآشوب دور میں خداوند ذوالجلال کے ابرِ رحمت بن کر سرزمین بنگلہ دیش، خصوصاً مدینۃ الاولیاء چاٹگام میں علمائے حق واولیائے کاملین کا ورودِ مسعود ہو، جن میں آپ کی مبارک ہستی بھی شامل ہے تو یقیناً یہ سب ہم اہالیانِ بنگلہ دیش کے لئے ایک پُرمسرت اور باعثِ اطمینانِ قلب معاملہ ہے کہ آپ حضرات نے نہ صرف اس ملک بنگلہ دیش بلکہ عالمِ اسلام کے مختلف مقامات پر علمِ حقیقی ونافع کی مجلسیں سجائی ہیں اور عالمِ اسلام کو نوازا ہے۔

اے مہمانِ مکرم!

ہم اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن بنگلہ دیش (چاٹگام) کی جانب سے (آپ) حضرت کی بارگاہ میں (ان خدماتِ عالیہ کے لئے) ہدیۂ تشکر وخراجِ عقیدت اور دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ آپ (اس پیرانہ سالی میں) تکلیف اٹھا کر ہمارے ملک بنگلہ دیش میں دینی اقدار وخدمات اور پیغام ومسلکِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے فروغ کے لئے تشریف لائے۔ آپ کے شرفِ قدوم نے ہمیں نہ صرف تسلی بخشی بلکہ ہمیں حوصلہ بھی عطا کیا اور ہمارے علمی وتحقیقی کاموں میں رہنمائی بھی۔ بحیثیتِ صدر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، پاکستان عالمِ اسلام میں آپ کی نمایاں خدمات تاریخی حیثیت کی حامل ہیں۔ آپ کی جملہ تصنیفات وتالیفات ومرتبات مسلکِ اعلیٰ حضرت کے فروغ کے لئے مسلمانانِ عالم کو نئی جہات مہیا کرتی ہیں۔ مولیٰ کریم بصحت وعافیت طویل عمر کے ساتھ آپ کو مزید ہمت اور دینی خدمات کی توفیق عنایت فرمائے۔ ہم بارگاہِ رب العزت میں دست بدعا ہیں کہ ہم پر (آپ) حضرت قبلہ کا سایۂ کرم دراز فرمائے اور ادارہ ہٰذا کو روشن مستقبل پر گامزن رکھنے کے لئے حضرت کی نیک توجہات وعنایات مبذول رہیں۔ حضرت اس فاؤنڈیشن کا منصب سرپرستی قبول فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرماتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اہلسنّت والجماعت بالخصوص مسلکِ اعلیٰ حضرت پر قائم ودائم رکھے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ

منجانب

بتاریخ یکم جولائی ۲۰۰۳ء جملہ اراکین ومعاونین

اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن، چاٹگام، بنگلہ دیش

﴿اس خطبۂ استقبالیہ میں سے بعض القابات کو راقم نے حذف کر دیا ہے کہ وہ خود کو اس کا اہل نہیں پاتا۔ اس ناچیز کے لئے جن کلماتِ تحسین کا اظہار کیا گیا ہے یہ ناچیز اس کو میزبانِ گرامی کے حسنِ ظن پر محمول کرتے ہوئے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ واقعی اس حقیر میں وہ صلاحیت پیدا فرمادے (آمین) لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ فقیر **اب وجد** سے مشن ومسلکِ اعلیٰ حضرت کا پرجوش حامی اور مبلغ ہے اور ان شاء اللہ تادمِ واپسیں اس پر گامزن رہے گا۔ وجاہت﴾

مولانا بدیع العالم رضوی صاحب نے خطبۂ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن کے قیام کی تاریخ اور اس کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ یہ ۲۸/مارچ ۱۹۹۸ء کو بمقام قدمِ مبارک جامع مسجد، مذہب حقہ اہلِ سنت والجماعت یعنی مسلکِ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کے فروغ اور امام احمد رضا قدس سرہٗ سمیت اہلِ سنت کے دیگر علماء ومشائخ کی علمی، دینی، روحانی اور ملّی خدمات کو ہر سطح پر عام کرنے کے لئے ''اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن'' کا قیام عمل میں آیا۔ اس مختصر مدت میں اس ادارے نے جو تصنیفی اور تالیفی پیش رفت کی ہے، وہ قابلِ قدر ہے۔ کنز الایمان (ترجمۂ قرآن اعلیٰ حضرت)

کے بنگالی ترجمہ سمیت اعلیٰ حضرت کی اوران پر لکھی گئی دنیز عقائد مسلکِ حقہ کے عنوانات پر تحریر کی گئی متعدد اردو کتب کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

حضرت علامہ مفتی امین الاسلام ہاشمی صاحب مدظلہٗ اور علامہ مفتی عبید الحق نعیمی صاحب زیدعنایتہٗ نے فقیر کا تعارف کرایا اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے تجدیدی کارناموں پر روشنی ڈالی۔ فاضل نوجوان علامہ ڈاکٹر سید ارشاد احمد بخاری سلمہ الباری نے بھی پرزور الفاظ میں راقم کا تعارف کرایا اور ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کی علمی تحقیقی اور عالمی سطح پر مسلکِ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کی نشریاتی کاوشوں کو اجاگر کرتے ہوئے بتایا کہ متعدد عالمی جامعات میں ابتک اعلیٰ حضرت کی حیات اور کارناموں کے حوالے سے پی۔ایچ۔ڈی اور ایم۔فل کے مقالات لکھے جاچکے ہیں۔ فقیر نے اپنے خطاب میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کی عبقریت اوران کے اسلوبِ تحقیق وتحریر پر مختصر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ان کی تحریر کی ہر سطر اور تقریر کا ہر جملہ علم ومعرفت کا گنجینہ نظر آتا ہے جس کی اگر تشریح و تفسیر کی جائے تو کئی کئی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں اوران کے نعتیہ کلام کے ہر شعر پر بقول استاذ الاساتذہ، شیخ الحدیث والتفسیر علامہ نصر اللہ خاں افغانی مدظلہ العالی ۲۰/۲۰ کتابیں تصنیف کی جاسکتی ہیں۔ فقیر نے مزید کہا کہ امام احمد رضا کی تحقیق کا معیار بہت بلند ہے اور وہ عالمِ اسلام بلکہ جدید دنیا کے اعلیٰ معیار کے کسی بھی محقق کی تحقیقات کے مقابلہ میں پیش کی جائیں تو امام موصوف کی تحقیق کا معیار کسی بھی لحاظ سے کم تر نہیں ہوگا بلکہ بعض معاملات میں برتر ہی ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی ۳۰ سے زیادہ جامعات میں امام احمد رضا پر پی.ایچ.ڈی اور ایم فل کے مقالات لکھے جارہے ہیں، جن میں سے چند کو اسناد مل چکی ہیں، ہر سال نیا رجسٹریشن ہورہا ہے۔ فقیر نے نوجوان، علماء اور طلباء کو دعوتِ فکر وعمل دیتے ہوئے کہا کہ بنگلہ دیش میں بھی ڈھاکہ، چٹا گانگ اور کشٹیہ اسلامک یونیورسٹی میں ایم۔فل اور پی۔ایچ۔ڈی کی رجسٹریشن ہونی چاہئے۔ ادارہ اور یہ ناچیز ذاتی طور پر ہر طرح کا مواد مہیا کرے گا۔ ان شاء اللہ اس تحقیقی کام میں بنگلہ دیش کے علماء و اسکالرز کسی سے پیچھے نہ رہیں گے۔

راقم نے اعلیٰ حضرت کے تحقیقی معیار کی چند ایک مثالیں پیش کر کے بتایا کہ علومِ نقلیہ وعقلیہ پر دسترس، ذہانت وفطانت، استحضارِ علمی، جو ان کے یہاں پائی جاتی ہے ان کے ہم عصروں میں شاید ہی اس کی کوئی نظیر ملے بلکہ دوصدی قبل تک چند ہی شخصیات ان خصوصیات کی حامل ملیں گی۔ فقیر نے حاضرین کو یہ بھی بتایا کہ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی کارکردگی اس کے سرپرستِ اعلیٰ ماہر رضویات قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب، بانی سید ریاست علی قادری (مرحوم ومغفور) کی رہبرو رہنمائی اور اراکینِ ادارہ خصوصاً جناب پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب (جنرل سیکریٹری) محترم منظور حسین جیلانی صاحب (فنانس سیکریٹری) اور محترم عبداللطیف قادری صاحب (رابطہ سیکریٹری) کی مرہونِ منت ہے۔

اخیر میں صدرِ محفل جناب مصباح الدین بختیار ایڈووکیٹ صاحب نے اپنے صدارتی خطبہ میں ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کی ملکی وعالمی سطح پر کارکردگی کو سراہا اور اس بات کا خاص طور پر اعتراف کیا کہ اس ناچیز کی کاوشوں سے جامعہ ازہر شریف میں اہم مقالات لکھے گئے ہیں اور خود ان کے چھوٹے بھائی جناب جلیل الدین صاحب فقیر کے بھرپور تعاون اور سرپرستی میں جامعہ قاہرہ، شعبہ فلسفہ میں دکتور محمد السعید جمال الدین صاحب کی نگرانی میں "**امام احمد رضا القادری وجهوده فی مجال العقيدة الاسلاميه فی شبه القارة الهنديه**" کے عنوان پر ایم۔فل کا مقالہ لکھ رہے ہیں۔ (واضح ہو کہ جلال الدین صاحب ۲۰۰۲ء میں تقریباً ایک ماہ کراچی میں مقیم رہے۔ وہ پابندی سے ادارہ کے دفتر تشریف لاتے اور اپنے مقالہ کی تیاری میں ادارہ کی لائبریری سے بھرپور فائدہ اٹھاتے۔ ماہرِ رضویات قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب سے بھی وقتاً فوقتاً رہنمائی حاصل کرتے رہے۔ ادارہ کی طرف سے تقریباً ۳۵ راہم کتب اور دیگر مقالات کی فوٹو اسٹیٹ ان کو مہیا کی گئی۔)

صدرِ مجلس کی تقریر کے اختتام پر فقیر کو اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن کا کرسٹ، خطبۂ استقبالیہ کی کاپی اور بنگالی مطبوعات کا ایک سیٹ پیش کیا گیا۔ فقیر نے بھی فاؤنڈیشن کے صدر کو ادارہ کی مطبوعات کا ایک سیٹ پیش کیا۔ آخر میں اعلیٰ حضرت کا مشہورِ زمانہ سلام ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ

لاکھوں سلام'' شاعرِ اہلسنّت جناب مولانا انیس الزماں صاحب نے نہایت خوش الحانی سے پڑھا۔ پیرِ طریقت حضرت علامہ مفتی امین الاسلام ہاشمی مدظلہ العالی نے دعا فرمائی۔ ماکولات ومشروبات کی ضیافت سے فراغت کے بعد عصر کی نماز پڑھی گئی۔

مجلس میں رضا اسلامک فاؤنڈیشن کے جوار اکین موجود تھے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: مولانا ابوناصر طیب علی صاحب، الحاج محمد عبد اللہ صاحب، محمد ارشاد خطیب صاحب، پروفیسر ابو طالب محمد بلالی صاحب، الحاج مولانا عبدالغفور صاحب، حافظ منظور الانوار صاحب، حافظ مظاہر الحق صاحب، مولانا محمد اسماعیل رضوی صاحب وغیرہ۔

حاضرینِ مجلس میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کا ایک سے ایک شیدائی تھا، ہر ایک فقیر سے دست بوسی اور کچھ گفتگو کا متمنی تھا، احقر نے تکان اور ناسازئ طبع کے باوجود حاضرین خصوصاً نوجوان علماء وطلباء سے ملاقات کی اور ان سے مختصراً گفتگو کرتے ہوئے وعدہ کیا کہ کل ان شاء اللہ رضا اسلامک اکیڈمی کے استقبالیہ میں دوبارہ ملاقات ہوگی تو اعلیٰ حضرت پر تحقیق وتصنیف کے حوالے سے اگر آپ کے استفسارات ہوں تو پوچھ لئے جائیں۔ یہاں سے رخصت ہو کر ہم لوگ حضرت مفتی امین الاسلام ہاشمی صاحب قبلہ کے ساتھ اپنی قیام گاہ پر واپس آ گئے۔

﴿ جاری ہے.......... ﴾

پیر صاحب پگارا کا اخباری بیان

محترم پیر صاحب پگارا سندھ کے اس عظیم روحانی خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں جس نے سرزمین سندھ میں شریعت وطریقت کی اشاعت میں اہم خدمات انجام دی ہیں اور انگریزوں کے خلاف نہایت جرأت وجوانمردی سے جہاد کیا۔ پیر صاحب پگارا جہاں ایک طرف لاکھوں باشندگانِ سندھ کے روحانی پیشوا ہیں وہیں دوسری طرف ملکی سیاست کی ایک قدآور شخصیت بھی ہیں۔ بے لاگ اور کھری گفتگو فرماتے ہیں، جس بات کو وہ حق سمجھتے ہیں بلاخوف لومۃ لائم اس کا برملا اظہار کرتے ہیں۔ ذیل میں حالاتِ حاضرہ کے تناظر میں ان کا جاری کردہ ایک اخباری بیان جو روزنامہ ''آغاز'' کراچی کی جمعرات، ۴؍اگست ۲۰۰۵ء (جلد ۴۳، شمارہ نمبر ۱۸۷) کی اشاعت میں شائع ہوا، ہم بلاکم وکاست اور بغیر کسی تبصرے کے شائع کر رہے ہیں تاکہ ان کے خیالات کا ابلاغ معارف رضا کے قارئین کرام تک بھی ہو جائے۔ (مدیر اعلیٰ)

مولوی صاحبان کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے اس کی نشاندہی پہلے ہی کر دی تھی

درود وسلام پڑھنے والے شدت پسند نہیں ہوتے (پگارا)

مسلمانوں میں جو لوگ عبدالوہاب کے پیروکار ہیں وہ امن پسند نہیں بلکہ شدت پسند ہیں

جن مذہبی لوگوں نے قیامِ پاکستان کی مخالفت کی تھی، پاکستان بننے کے بعد حکومتوں نے ان ہی کی سرپرستی کی

مسلم لیگ فنکشنل کے سربراہ اور حروں کے روحانی پیشوا پیر پگارا نے کہا ہے کہ مسلمانوں میں جو لوگ عبدالوہاب کے پیروکار ہیں وہ امن پسند نہیں بلکہ شدت پسند ہیں جبکہ درود وسلام والے ہر بات کو سکون واطمینان سے دیکھتے ہیں، درود وسلام پڑھنے والے شدت پسند نہیں ہوتے اور نہ ہی یہ کسی اور پر تنقید کرتے ہیں۔ پیر پگارا نے کہا کہ جن مذہبی لوگوں نے قیامِ پاکستان کی مخالفت کی، پاکستان قائم ہونے کے بعد حکومتوں نے ان کی سرپرستی کی، انہیں اپنائے رکھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ عناصر قابو سے باہر ہو گئے، انہوں نے کہا کہ حکومت ملک میں انتہا پسندی کو روکنے کے لئے درست اقدامات کر رہی ہے، حکومت نے آخر ان کو لفٹ کیوں دی؟ یہ بات تو حکمران ہی بہتر بتا سکتے ہیں! پیر پگارا نے مزید کہا کہ اس وقت مولوی صاحبان کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے میں نے اس کی کافی عرصہ پہلے نشاندہی کی تھی، اس وقت یہ ہونا ناممکن نظر آتا تھا لیکن میری پرانی باتوں اور مولوی صاحبان کے ساتھ اب جو کچھ ہو رہا ہے اس کا مشاہدہ ہر عام آدمی کر رہا ہے۔

رضا تحقیقی و علمی منصوبہ.................ایک اہم گزارش

(Raza Higher Educational Research Project)

ادارے نے اعلیٰ حضرت پر پی۔ایچ۔ڈی کرنے کے خواہش منداسکالرز کی رہنمائی کے لئے ''رضا ہائر ایجوکیشنل ریسرچ پروجیکٹ'' تیار کیا ہے جس کا ابتدائی کام اعلیٰ حضرت پر تحقیق کرنے والے بین الاقوامی اسکالرز کی تیز رفتار بڑھتی ہوئی ضروریات کو بروقت پورا کرنے کے لئے تحقیقی خاکوں (Research Plans) کی تیاری ہے۔اس پروجیکٹ کے تحت مختلف عنوانات پر تقریباً ایک ہزار تحقیقی خاکوں کو مدون کر کے کتابی شکل میں اسکالرز کو رہنمائی کی سہولیات مہیا کرنا ہے۔اس لئے تمام اسکالرز، علماء، محققین اور پروفیسرز حضرات صاحبان سے گذارش ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت کی مناسبت سے ہمیں فقہ، حدیث، سیاسیات، اردو، فارسی، عربی زبان وادب اور شاعری کی خصوصیات، سوشیالوجی، جدید علوم، تعلیمی نظریات وغیرہ پر مختلف عنوانات کے حوالے سے تحقیقی خاکے (Research Plans) ارسال فرمائیں تاکہ عالمی سطح پر یونیورسٹی کے طلباء اور اسکالرز کی رہنمائی کی جاسکے۔

اس حوالہ سے دوسرا ریسرچ پلان شاملِ اشاعت ہے جو محترم جناب مولانا محمد عبدالعلیم رضوی صاحب* نے مرتب کیا ہے۔ہم ان کے ممنون ہیں اور ان کے شکریہ کے ساتھ معارف میں شائع کررہے ہیں۔ ﴿ادارہ﴾

تفسیراتِ امام احمد رضا۔ایک ادبی و تحقیقی جائزہ

باب اول: نزولِ قرآن

باب دوم: تدوینِ قرآن

باب سوم: تفسیرِ قرآن (اصول وضوابط)

باب چہارم: تفسیرِ قرآن (عربی وفارسی میں)

باب پنجم: تفسیرِ قرآن (اردو میں)

باب ششم: امام احمد رضا، حیات وخدمات

باب ہفتم: امام احمد رضا اور عربی زبان وادب

باب ہشتم: امام احمد رضا اور علمِ حدیث

باب نہم: امام احمد رضا اور علمِ تفسیر

باب دہم: امام احمد رضا کے تفسیری امتیازات

باب یازدہم: تفسیراتِ امام احمد رضا (ترتیب وتدوین)

باب دوازدہم: تفسیراتِ امام احمد رضا کا تقابلی مطالعہ

باب سیزدہم: محاکمہ

ماخذ ومراجع

---

*استاذ دارالعلوم نوری، اندور، انڈیا

حیاتِ محدثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ

تعارف وتبصرہ

تبصرہ نگار: پروفیسر دلاور خاں*

نام کتاب: حیاتِ محدثِ اعظم
مؤلف: حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی
سنِ اشاعت: شوال المکرم ۱۴۲۵ھ/نومبر ۲۰۰۴ء
صفحات: ۴۶۸ قیمت: درج نہیں
ناشر: رضا فاؤنڈیشن، لاہور

سوانح نگاری: معاشرے میں قابلِ تقلید شخصیات کے تجربات و افکار سماجی زندگی کے لئے معیارات اور منزل کی سمت متعین کرنے میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں اس لئے ایسی شخصیات نے خواہ وہ تجربات و خدمات اور افکار خود بیان کئے ہوں یا کسی دوسرے نے انہیں منتقل کرنے کی کوشش کی ہو، اسے ہمیشہ اہلِ علم نے قدر کی نگاہ سے دیکھا اور عام لوگوں کے لئے بھی دلچسپی کا مظہر رہی ہے۔ اسی غرض سے انہیں محفوظ کرلیا جانے لگا تاکہ آنے والی نسلیں ان سے استفادہ کرکے مستقبل کی تاریک راہوں کو منور کرسکیں۔ اس طرح اس فکر وفن کی منتقلی نے رفتہ رفتہ سوانح نگاری کے فن کا درجہ حاصل کرلیا۔ آج دنیا کے ہر مہذب اور ترقی یافتہ ادب میں اسے ممتاز مقام حاصل ہے۔

مسلم مؤرخین اور مصنفین نے اس فن کی روایت قائم رکھی، اس لئے اسلامی ادب میں تذکرہ نویسی، تاریخ نویسی، خاکہ نویسی، سوانح نویسی، شخصیت نویسی اور سیرت نویسی کا عام رجحان ملتا ہے۔ ظاہر ہے سوانح نگاری کا فریضہ انہی شخصیات نے انجام دیا جن کے پسِ منظر کوئی قابلِ تقلید شخصیت تھی۔ انہی میں سے ایک نوجوان محقق اسکالر حافظ عطاء الرحمٰن ہیں جو دینی اور عصری تعلیم کا ایک حسین امتزاج ہیں۔ آپ ''سیرت صدر الشریعہ'' تحریر کرکے پہلے بھی اہلِ محققین عصر سے دادِ تحسین وصول کرچکے ہیں۔

زیرِ تبصرہ کتاب آپ کی دوسری علمی وتحقیقی کاوش ہے جن کے محرک مفتی عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ تھے۔ مفتی صاحب رحمہ اللہ نوجوان اہلِ علم وقلم کو تحقیق وتصنیف کی ترغیب وتشویق ہی نہیں دیتے تھے بلکہ وہ جوہر شناس بھی تھے۔ حق تو یہ ہے کہ مؤلف نے بھی صاحبِ جوہر ہونے کا حق ادا کردیا۔ اگر اس مثال کو سامنے رکھ کر ہمارے اکابرین اور نوجوان دیگر مثالیں قائم کرنے کی اسی طرح بے لوث کوشش کریں تو عالمِ اسلام کے کئی فکری علمی وتحقیقی خواب شرمندۂ تعبیر ہوسکتے ہیں۔

اہم عنوانات: کتاب ۱۳/ابواب پر مشتمل ہے۔
باب اول: ابتدائی حالات۔ باب دوم: تدریس۔ باب سوم: تبلیغی خدمات۔ باب چہارم: تصنیفات۔ باب پنجم: اخلاق وعادات۔ باب ششم: حج وزیارت۔ باب ہفتم: مقامِ ولایت۔ باب ہشتم: کرامات۔ باب نہم: مکتوبات۔ باب دہم: اساتذہ ومشائخ۔ باب یازدہم: سفرِ آخرت۔ باب دوازدہم: باقیات وصالحات باب سیزدہم: نذرانۂ اہلِ دانش ومناقب

کتاب کا پہلا باب محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قدس سرہٗ کی سوانح پر جدید تحقیق کے مطابق مدون کیا گیا ہے اور مجموعی طور پر کتاب فنِ سوانح نگاری، خاکہ نگاری، شخصیت نگاری، سیرت نگاری، مکتوب نگاری کے حوالہ سے اردو ادب میں ایک عظیم اضافہ ہے۔

علم التعلیم: باب دوم میں علم التعلیم کے پسِ منظر میں ''محدثِ اعظم بطورِ ماہرِ تعلیم'' کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس باب میں آپ کے طریقۂ تدریس کی اثر پذیری اور طلباء کی دوررس ساعت میں گہری دلچسپی کی اسباب و علل بڑی حسن وخوبی اور منظم ومرتب ومنضبط انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً علم وفن میں مہارت، قبل از تدریس مطالعہ، آغازِ درس اور درود شریف، طلباء سے شفقت، احترامِ طلباء، طلباء کی حوصلہ افزائی، سزا سے گریز، تعلیم و تربیت کی ساتھ ساتھ مہارت پیدا کرنا، اسباق کی پابندی اور تسلسل، درس سادہ وعام فہم یعنی طلباء کے انفرادی اختلافات کی تشفی کا حامل، مکمل نصاب کی تکمیل کے لئے طلباء کے لئے شب وروز خدمات، وقارِ معلم کے تحفظ وغیرہ سے متعلق تفصیل سے بحث کی گئی ہے اگر اس باب کو مزید اضافوں کے ساتھ از سرِ نو مدون کیا جائے تو ''محدثِ اعظم بطورِ ماہرِ تعلیم'' ایک مفید مقالہ تیار کیا جاسکتا ہے تاکہ اساتذہ اور ایجوکیشن کالجز کے ماہرینِ تعلیم بھی آپ کے اس علم وفن سے استفادہ کرسکیں۔

اسلامی ابلاغ عامہ کا فروغ: اسلامی ابلاغِ عامہ کے فروغ

* پرنسپل گورنمنٹ ایلیمنٹری کالج آف ایجوکیشن، قاسم آباد، کراچی

کے حوالہ سے محدثِ اعظم کی خدمات پر بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے۔ خاص طور پر ابلاغِ عامہ میں آپ کے فنِ تقریر کی خصوصیات سے بحث کی گئی ہے۔ آپ کی ابلاغی کاوشوں کا دائرہ کار صرف مذہبی جلسوں جلوسوں تک محدود نہیں تھا بلکہ آپ نے موثر انداز میں جدید تعلیم یافتہ طلباء و اساتذہ سے خطاب کر کے ان کے دلوں میں عشقِ رسول ﷺ کی شمع کو فروزاں کیا۔

تصنیف و تالیف: تقریر کے ساتھ آپ نے تصنیف و تالیف، جن میں کتابچوں کی تعداد زیادہ ہے (تقریباً ستر [۷۰] ہیں) پر بھی خصوصی توجہ دی ہے اور ثابت کیا ہے کہ آپ کی ابلاغی خدمات یہیں تک محدود نہیں بلکہ آپ نے اسلامی ابلاغِ عامہ کے لئے کئی کتب خانے قائم فرمائے۔ اسی طرح اہم رسائل و جرائد کا اجراء کر کے آپ کی اسلامی ادب اور ابلاغِ عامہ کے لئے مثالی خدمات کو اجاگر کیا ہے۔

سماجی حیات: محدثِ اعظم نے سماجی اور اصلاحی خدمات کن مقاصد کے تحت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کس طریقے سے سرانجام دیا اس کی وضاحت حافظ صاحب یوں فرماتے ہیں: ''آپ کے دلنشین اندازِ اصلاح سے متاثر ہو کر نہ صرف لوگ اصلاح قبول کرتے بلکہ مدتوں آپ کے کلام کی لذت و مٹھاس کو یاد کر کے کیف و سرور محسوس کرتے۔''

فلاح و بہبود: اسی طرح قیامِ پاکستان کے وقت آپ نے فساد زدگان کی امداد کے ساتھ تحریکِ فلاح و بہبود برائے مہاجرین کے ذریعہ ان کی مدد فرما کر مہاجرین و انصارِ مدینہ کی یاد کو تازہ کر دیا۔

سیاسیات: تاریخ شاہد ہے کہ برصغیر کی جدوجہد آزادئ ہند اور قیامِ پاکستان کی تحریک میں علمائے اہلسنّت نے نتیجہ خیز کردار انجام دیا۔ سنّی سیاست کی فہم و فراست آپ کو ورثہ میں ملی تھی جس سے آپ نے بھرپور استفادہ کیا۔ نوجوان اسکالر نے محدثِ اعظم کی سیاسی خدمات کا بھی جائزہ لیا ہے۔ خاص طور پر مسجد شہید گنج تحریک اور آل انڈیا سنّی کانفرنس کے تناظر میں سیاسی پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے جس نے قیامِ پاکستان کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کیا۔

روحانی سلسلہ: محدثِ اعظم پاکستان کی پرورش روحانی فضاؤں میں ہوئی تھی جہاں شریعت و طریقت کی وحدت کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔ آپ کا شمار صاحبِ کرامات بزرگوں میں ہوتا ہے۔ مصنف لکھتے ہیں کہ آپ تیرہ سلاسل میں مجاز و ماذون تھے۔ بیعت کرنے کے بعد مرید کو ایمان و ارکانِ اسلام کی پابندی، شریعت پر استقامت، مسلکِ اہلسنّت پر مداوت اور بے دینوں کے اختلاط سے ایمان کو بچانے کی تلقین فرماتے۔ مصنف نے محدثِ اعظم پاکستان کے اڑتیس خلفاء میں سے تقریباً ۲۴ خلفاء کے سوانحی خاکے قلمبند کئے ہیں جبکہ خلفائے عرب کے حالاتِ زندگی نہ پا کر تشنگی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ مزید برآں کوئی محقق محدثِ اعظم کے خلفاء کی خدمات پر ایک کتاب مدون کر دے تو حضرت ممدوح کے علمی و مذہبی اثرات اور نمایاں ہو سکتے ہیں۔

سیرت نگاری: مصنف ممدوح فنِ سیرت نگاری پر خوب دسترس رکھتے ہیں۔ انہوں نے محدثِ اعظم کی سیرت کے اوصاف کے کسی جزوی وصف کو بھی تشنہ نہیں چھوڑا مثلاً فنا فی الرسول، اطاعتِ رسول، احترامِ سادات، توکل، خشیتِ الٰہی، صبر و تحمل، تقویٰ، صلہ رحمی، امانت و دیانت، شجاعت و بہادری، حق گوئی، بے باکی، عاجزی و انکساری، عفو و درگزر اور سخاوت جیسے اوصاف کو قاری کے اذہان میں منتقل کرنے کی کوشش کی ہے۔

سوانح عمری: یہ تصور کیا جاتا ہے کہ سوانح عمری میں جب تک معاصرین یا دوسرے لوگوں کی رائے شامل نہ ہو، وہ مکمل سوانح عمری نہیں کہلاتی۔ اس تصور کی تکمیل کے لئے مصنف نے محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد علیہ الرحمۃ کے اکابرین میں سے مولانا حامد رضا خاں، مولانا محمد امجد علی اعظمی، مفتی محمد میاں برکاتی، مولانا مصطفیٰ رضا خاں، مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی، مولانا ظفر الدین بہاری، مولانا ضیاء الدین مدنی (رحمہم اللہ) وغیرہ جبکہ معاصرین میں سے اٹھائیس کی آراء کو شاملِ کتاب کیا ہے۔

مولانا حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی کا رجحان حقائق کی بازیافت کی طرف زیادہ ہے۔ اس لئے انہوں نے ہر واقعہ اور متعلقہ حالات پر تحقیق سے کام لیا ہے۔ صداقت نگاری کا یہ عالم ہے کہ موضوع کی جزئیات کی تلاش میں ایک سو سات (۱۰۷) کتب و رسائل بطور مآخذات کا حوالہ دے کر انہیں مستند بنایا گیا ہے۔ سوانحی حالات، تاریخی واقعات اور عام حالات کو ربط دے کر مصنف نے اس کتاب کو وقیع اور کارآمد بنا دیا ہے۔ یہ ان چند تحقیقی سوانحِ عمری میں سے ایک ہے جو ادب اور تحقیق کے اسکالرز کے لئے ہمیشہ رہنما رہے گی اور حافظ صاحب کی یہ علمی و تحقیقی کاوش تحقیق و عقیدت کا ایک عظیم الشان شاہکار ہے۔

کتاب کا لفظ لفظ دلنشین، سادہ اور عام فہم ہونے کی بناء پر یہ ہر ذہنی سطح کے قاری کے لئے یکساں مفید ہے۔ دیدہ زیب ٹائٹل عمدہ طباعت اور معیاری پیش کش نے کتاب کو اور چار چاند لگا دیئے ہیں۔

البتہ پروف ریڈنگ کے حوالہ سے تھوڑی سی مزید توجہ کی ضرورت ہے۔

كِفْلُ الفَقِيهِ الفَاهِمِ

فِي

أَحْكَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاهِمِ *

تأليف

الإمام أحمد رضا البريلوي الهندي

المتوفى ١٣٤٠هـ

تحقيق

الشيخ علي أسعد رباجي

منشورات
محمد علي بيضون
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

* امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کی کرنسی نوٹ سے متعلق معرکۃ الآراء عربی تصنیف "کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم" پہلی بار دارالکتب العلمیہ، بیروت سے عرب محقق اور اسکالر الشیخ علی اسعد رباجی کے مقدمہ اور تحشی وتحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ اندرونی سرورق کا عکس قارئینِ معارف رضا کے ملاحظہ کے لئے شائع کیا جارہا ہے۔ ادارہ

دینی، علمی و ملّی خبریں

﴿ترتیب: عمّار ضیاء خاں﴾

(۱) جامعہ ازہر شریف میں عرسِ رضوی کا انعقاد

☆ (رپورٹ: محمد ضیاء الحق فیضی) عالمِ اسلام کی عظیم ترین یونیورسٹی جامعہ ازہر شریف قاہرہ، مصر میں پہلی بار عرسِ رضوی کا انعقاد عظیم پیمانے پر کیا گیا جس میں پاک و ہند، بنگلہ دیش، سری لنکا، نیپال، برما، تنزانیا، نائجیریا کے علاوہ دیگر کئی ممالک کے طلباء نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

آغازِ جلسہ: ۲۵ رصفر المصفر ۱۴۲۶ھ بمطابق ۴ راپریل ۲۰۰۵ء بعد نمازِ ظہر مدینۃ البعوث الاسلامیۃ کے اندر رواق شعراوی میں جلسہ کا اہتمام ہوا۔ جلسہ کا آغاز جناب مولانا حسن رضوی نے تلاوتِ کلامِ ربانی سے کیا۔ اس کے بعد مداحانِ رسولِ اکرم ﷺ نے بارگاہِ نبوت میں ہدیۂ نعت پیش کیا۔ فاضل نوجوان جناب سید عاطف ابرار اور مولانا شاہد رضا گیاوی نے عشقِ رسول ﷺ میں ڈوب کر امام الکلام کلام الامام، اعلیٰ حضرت ﷫ کی نعت پاک پیش کی جس سے ساری محفل جھوم اٹھی۔ جناب مولانا احمد (پاکستان)، اور عثمان احمد نے بھی نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ پھر علمائے کرام نے محققانہ انداز میں سیدی مرشدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی زندگی کے ہر گوشے کو اجاگر کیا۔

تقاریر: مقررین نے خاص طور سے آپ کے عہد تعلیمی وتدریسی، تبحرِ علمی، فقہی بصیرت، عاداتِ کریمہ اور تصنیفی فیضان سے لوگوں کو روشناس کرایا۔ نوجوان خطیب جناب محمد کرامت رسول نوری نے اعلیٰ حضرت کی شخصیت پر بھرپور روشنی ڈالی۔ مولانا موصوف نے اپنے پُر جوش خطاب سے حاضرین اور سامعین کے دلوں کو متوجہ کیا اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دینی، علمی اور تعمیری خدمات کو سراہتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ آپ کی ذاتِ گرامی اس بات کی مستحق ہے کہ دنیا کے ہر گوشے میں آپ کا چرچا ہو اور آپ کا عرس منایا جائے۔

صلوٰۃ و سلام: اخیر میں قل شریف پڑھی گئی اور اس کے بعد لوگوں نے کھڑے ہو کر بارگاہِ نبوت میں صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کیا۔ جلسہ کا اختتام مولانا عرفان المصطفیٰ صاحب کی دعاؤں پر ہوا۔

(۲) علامہ مفتی تقدس علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کا عرس دھوم دھام سے منایا گیا

☆ ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کے ابتدائی سرپرستوں میں مفتی تقدس علی خاں علیہ الرحمۃ کا نام سرِ فہرست ہے۔ گذشتہ دنوں مختلف علاقوں سمیت پیر جو گوٹھ میں واقع جامعہ راشدیہ میں بھی مفتی صاحب کے عرس کی تقریب منعقد ہوئی۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے تحریکِ عوامِ اہلسنّت پاکستان کے چیئرمین حاجی محمد حنیف بلو نے کہا کہ مفتی تقدس علی خاں ولی کامل اور سچے عاشقِ رسول تھے۔ اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کو عام کرنے میں ان کی گراں قدر خدمات کو بھلایا نہیں جاسکتا۔ حاجی حنیف بلو نے جامعہ راشدیہ کے لئے پیر صاحب پگارا کے تعاون پر انہیں خراجِ عقیدت پیش کیا۔

جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ کے مہتمم جناب مفتی محمد رحیم سکندری نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ پیر صاحب پگارا نے استاذِ گرامی مفتی تقدس علی خان علیہ الرحمۃ سے کہا تھا کہ وہ جامعہ راشدیہ کو کبھی نہ چھوڑیں۔ یہی وجہ ہے کہ مفتی صاحب کی تدفین جامعہ راشدیہ کے قریب ہوئی۔ مفتی محمد رحیم سکندری نے جامعہ راشدیہ کا مختصر تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ جامعہ راشدیہ کی ڈیڑھ سو سے زائد شاخیں دینی علوم کی ترویج اور مسلکِ اہلسنّت کی تبلیغ واشاعت میں سرگرمِ عمل ہیں۔

دار العلوم امجدیہ کراچی کے مفتی عطاء المصطفیٰ اعظمی نے اپنے خطاب میں کہا کہ مفتی تقدس علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عشقِ رسول کی مجسم تصویر تھے۔

عرس کی تقریب میں محمد حنیف اللہ والا، قاری محمد حنیف، مولانا ریاض الدین قادری، ڈاکٹر عبد الغفار، ابو القاسم، حاجی عبد الغفار برکاتی، نور عالم، سلیم میمن، ڈاکٹر سلیم، اویس بندوکڈا، محمد انور، عبد الرزاق بلدیہ، مولوی علی مراد اور دیگر مریدوں وعقیدتمندوں نے شرکت کی۔

(۱) حضرت علامہ مولانا غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی کی حق پرستی

یہ خبر اہلِ علم و تحقیق کے حلقے میں خصوصاً اور اہلِ سنت میں عموماً خوشی و مسرت کا باعث ہے کہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی نے اپنی تصنیف شرح مسلم شریف اور تفسیر التبیان سے نشان زدہ تمام متنازعہ عبارات سے رجوع فرما کر اس کی اصلاح فرمالی ہے۔ فجز اھم اللہ احسن الجزاء

ہم حضرت علامہ سعیدی زید مجدہٗ کو ان کی اس حق پرستی، اعلیٰ ظرفی اور جرأتمندانہ اقدام کے مظاہرہ پر دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے علم و عمل میں اضافہ فرمائے اور صحت و عافیت کے ساتھ طویل عمر عطا فرمائے (آمین بجاہِ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم)

ہم حضرت علامہ جمیل احمد نعیمی مدظلہ العالی، محترم پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن زید مجدہٗ، حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف سیالوی صاحب، حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری صاحب اور حضرت مفتی رفیق حسنی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے بھی ممنون ہیں کہ جن کے مصالحتی کردار نے علمائے اہلِ سنت سے ایک بڑے انتشار و افتراق کو دور کیا و نیز ہم حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری صاحب، حضرت علامہ سید شاہ حسین گردیزی صاحب اور نوجوان فاضل مولانا مفتی نعمان شیراز قادری رضوی صاحب حفظہم اللہ الباری کے بھی سپاس گزار ہیں کہ انہوں نے اصلاحِ احوال کے لئے نہایت اخلاص سے حضرت شیخ الحدیث علامہ سعیدی صاحب کی مذکورہ تصانیف اور دیگر اہم مآخذ و مراجع کا تفصیلی مطالعہ کیا اور اپنے ٹھوس علمی دلائل کو قبلہ شیخ الحدیث صاحب کے سامنے پیش فرما کر انہیں رجوع الی الحق کا سامان بہم پہنچایا۔

اس ضمن میں محترم حاجی رفیق برکاتی صاحب کی مخلصانہ کوششوں کی ستائش نہ کرنا ناسپاسی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ حضرت قبلہ شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی سمیت ان تمام مذکورہ مخلص علماء کی مساعی جمیلہ کو شرفِ قبول عطا فرما کر اہلِ سنت و جماعت کو مزید مستحکم و متحد فرمائے۔ آمین بحق رسول الامین المکین صلی اللہ علیہ والہٖ وصحبہٖ اجمعین وبارک وسلم

(۲) تنظیم المدارس اہلِ سنت کا کامیاب عظیم الشان کنونشن

۳۰ راگست ۲۰۰۵ء کو جناح کنونشن سینٹر، اسلام آباد میں تنظیم المدارس اہلِ سنت کا ایک عظیم الشان بین الاقوامی کنونشن منعقد ہوا جو اہلِ سنت کے اتحاد کا ایک عظیم مظہر تھا۔ اس کنونشن میں نہایت مفید مقالہ جات پڑھے گئے اور دور رس نتائج کی حامل تجاویز پیش کی گئیں جن پر عمل پیرا ہو کر اہلِ سنت کے مدارس تعلیم و تدریس اور تحقیق و تصنیف کے میدان میں موجود، حالات کے تناظر میں نہ صرف اپنا اسلامی بلکہ مسلکی تشخص برقرار رکھ سکیں گے بلکہ بلاخوف لومۃ لائم کامیابی کے ساتھ اپنا سفر اس جدید مسابقتی ماحول میں جاری رکھ سکیں گے۔ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب صدر ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، خصوصی دعوت پر تنظیم المدارس کی اس کانفرنس میں شریک ہوئے اور ادارے کی مجلسِ تصنیف و تحقیق کی جانب سے مرتب کردہ تجاویز بھی محترم مولانا ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس کو پیش کیں۔

ہم امید کرتے ہیں کہ تنظیم کی نوجوان قیادت نہایت تدبّر، حکمت عملی اور ایک منصوبہ بندی کے تحت جدید تقاضوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنے تعلیمی اور نصابی پروگرام کو کامیابی سے آگے بڑھائے گی۔

ہم تنظیم المدارس کے اراکین مجلسِ عاملہ خصوصاً اس کے صدر پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن صاحب اور ناظمِ اعلیٰ ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب کو اس بین الاقوامی کنونشن کے کامیاب انعقاد پر مبارکباد پیش کرتے ہیں اور اس کی نصابی، تصنیفی اور تحقیقی سرگرمیوں کے لئے حسبِ استطاعت اور وسائل اپنی خدمات بھی پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تنظیم المدارس کو کامیابی سے ہمکنار فرمائے اور اہلِ سنت و جماعت کی نظریاتی سرحدوں کا محافظ بنائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

(۳) فتاویٰ رضویہ کی تیس جلدوں میں تکمیل۔ ایک عظیم فقہی کارنامہ

الحمد للہ حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی قادری علیہ الرحمۃ کے قائم کردہ ''رضا فاؤنڈیشن، لاہور'' نے امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ العزیز کے مجموعۂ فتاویٰ "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" کی تیس جلدوں میں اشاعت مکمل کر لی۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل پاکستان کی کے صدر صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری، جنرل سیکریٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری اور دیگر اراکینِ ادارہ حضرت مولانا عبد المصطفیٰ ہزاروی قادری رضوی حفظہ الباری، مولانا حافظ عبد الستار سعیدی صاحب، علامہ تابش قصوری صاحب، مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور ان کی ٹیم کے دیگر حضرات کو فتاویٰ رضویہ کی تیس جلدوں میں تکمیل اور اشاعت پر دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ فجز اھم اللہ احسن الجزاء۔ ہم توقع کرتے ہیں کہ اب حضرت مفتی عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ کی تشکیل کردہ یہ ٹیم امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے عربی اور فارسی فتاویٰ کی اشاعت پر توجہ دے گی۔

(۴) مخدوم زادہ سید محمد اشرف جیلانی صاحب کو سند پی، ایچ. ڈی کی تفویض

جامعہ کراچی کی جانب سے مخدوم زادہ سید محمد اشرف جیلانی کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری ایوارڈ کی گئی ہے۔ انہوں نے اپنے جدِ اعلیٰ حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ کی حیات، علمی و روحانی اور تبلیغی خدمات پر ڈاکٹر جلال الدین نوری کی نگرانی میں تحقیقی مقالہ تحریر کیا جس کو منظور کرتے ہوئے انہیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری ایوارڈ کی گئی ہے۔

ادارہ کے صدر صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری، جنرل سیکریٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری سمیت دیگر عہدیداران و اراکینِ ادارہ مخدوم زادہ سید محمد اشرف جیلانی کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں اور ان کے علم و عمل میں مزید ترقی کے لئے دعا گو ہیں۔

رضویات پر ۳۳ رویں پی۔ایچ۔ڈی کا رجسٹریشن

''رضویات'' سے دلچسپی رکھنے والے اہلِ علم حضرات کے لئے یہ خبر باعثِ مسرت ہوگی کہ الحمدللہ حال ہی میں جامعہ کراچی سے ''رضویات'' کے موضوع پر ۳۳ رویں پی۔ایچ۔ڈی کا رجسٹریشن ہوا ہے جس کے کوائف درج ذیل ہیں:

نام ریسرچ اسکالر: دلدار احمد وقار سیالوی

موضوع: ''مسلمانانِ ہند کی معاشرتی اصلاح میں امام احمد رضا کی خدمات''

نگران: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

جامعہ: جامعہ کراچی

تاریخ رجسٹریشن: ۲۶ راگست ۲۰۰۵ء

دورۂ تفسیر القرآن

جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور میں مفسرِ اعظم پاکستان، شیخِ طریقت، فیضِ ملت، آفتابِ اہلسنّت جناب محمد **فیض احمد اویسی** صاحب مدظلہ العالی کی زیرِ تدریس دورۂ تفسیر قرآن کا آغاز کیا جارہا ہے جس کا دورانیہ ۲۱ ررجب المرجب تا ۲۱ رشعبان المعظم ۱۴۲۶ھ بمطابق ۲۷ راگست ۲۰۰۵ء بروز سنیچر بعد نماز ظہر تا ۲۶ رستمبر ۲۰۰۵ء بروز سوموار ہے۔

رابطہ کے لئے: دارالعلوم جامعہ اویسیہ رضویہ، جامع سیرانی مسجد، سیرانی روڈ، بہاولپور۔ فون: 062-2881371

صاحبزادہ محمد ریاض احمد اویسی (ناظمِ تقریبات):

E-Mail: faizowaisi@yahoo.com

Website: www.jamiaowaisia.20m.com

تاجدارِ بریلی کانفرنس

☆ مرکزی جماعتِ اہلسنّت پاکستان دعوتِ اسلامی، انجمنِ غوثیہ باب السلام، حلقہ کڑیانوالہ، گجرات کے زیرِ اہتمام مورخہ ۳۰ رستمبر ۲۰۰۵ء بروز جمعۃ المبارک، بعداز نمازِ عشاء اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی خدماتِ عالیہ کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے عظیم الشان کا انعقاد کیا جارہا ہے۔ شرکت کے خواہشمند حضرات پروگرام نوٹ کرلیں:

تاریخ: ۳۰ رستمبر ۲۰۰۵ء

روز: جمعۃ المبارک

وقت: بعد نماز عشاء

بمقام: جامع مسجد انوارِ مدینہ، مین بازار، کڑیانوالہ، گجرات

تلاوت: جناب قاری محمد صدیق صاحب (جامعہ جلالیہ لاہور)

نعت خواں: محمد جابر رضا عطاری (لاہور)

زیرِ صدارت: جناب پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب

خصوصی خطاب: مفتی حافظ ڈاکٹر محمد اشرف جلالی

☆☆☆☆☆

دور و نزدیک سے----

﴿ترتیب: عمّار ضیاء خاں﴾

۱) تاثرات: ڈاکٹر غلام غوث قادری (پی ایچ ڈی)، انڈیا:

دنیائے اسلام کی عبقری شخصیت، دین کے مجدد، عشقِ رسول کے پیکر، حامیٔ سنت، ماحیٔ بدعت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہٗ کی ذات ستودہ صفات محتاج تعارف نہیں۔ آپ نے اپنی علمی و دینی صلاحیتوں سے مسلمانانِ عالم میں جو ذہنی و فکری انقلاب پیدا کیا اس کی شہادت ہماری پوری صدی دے رہی ہے۔ تصنیف و تالیف کے میدان میں آپ کی خدمات بے شمار ہیں۔ جس فن اور جس موضوع پر قلم اٹھایا اپنی انفرادیت کا سکہ جما دیا۔ علمِ قرآن، علمِ حدیث، اصولِ حدیث، تفسیر، فقہ، منطق، فلسفہ، ہیئت، ریاضی، ہندسہ، تصوف، سلوک، تاریخ، نعت، ادب وغیرہ کے علاوہ مختلف علوم وفنون میں عدیم المثال کمال حاصل کیا۔ محققین کے مطابق آپ نے ایک سو سے زائد علوم وفنون میں ایک ہزار سے زائد کتب و رسائل اور حواشی تصنیف فرمائے۔ آپ کے سینے میں قرآن فہمی کی خداد صلاحیت ودیعت کی گئی تھی۔ آپ کے ذریعہ قرآن پاک کا کیا گیا ترجمہ موسوم بہ کنز الایمان صرف ترجمہ نہیں، بلکہ اردو زبان میں قرآن کریم کی صحیح ترجمانی ہے۔ علمِ حدیث اور اصولِ حدیث کے علاوہ فقہ میں آپ کی تجرِ علمی کا اعتراف نہ صرف آپ کے متبعین بلکہ مخالفین بھی کرتے ہیں۔ فقہ میں آپ کی عظیم شاہکار تصنیف فتاویٰ رضویہ ہے جس کے مطالعہ سے آپ کی حیرت انگیز قوتِ مطالعہ، قوتِ حافظہ، قوتِ استدلال واستخراج اور قوتِ بیان کا اندازہ ہوتا ہے۔ مستزاد یہ کہ آپ کی زندگی کے عظیم مقاصد میں آپ کا اولین مقصد سید المرسلین ﷺ سے عشق تھا۔ آپ ایسے وفا شعار عاشقِ صادق تھے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ سے عشق ووارفتگی کو ہی اصل الاصول قرار دیا۔ نہ صرف یہ کہ آپ عظیم عاشقِ مصطفیٰ ﷺ تھے بلکہ آپ کے فیضِ صحبت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے بوستانِ عشق و وفا کا ہر خوشہ چیں اپنے قلب میں ایسا کیف وسرور محسوس کرتا جس کی لذتِ روحانی تو محسوس کی جاسکتی ہے مگر الفاظ و معانی اس کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ آپ کی ذات و نگارشات میں عشقِ رسول اکرم ﷺ کی ایسی خوشبو پائی جاتی ہے جس سے ایک عالم مہک اٹھا۔ گویا بریلی میں محبتِ رسولِ محترم ﷺ کا گلشن ہے جہاں عشقِ نبی ﷺ کے پھول مہکتے ہیں، جس نے عشقِ رسول ﷺ کی خوشبو کو بکھیرا۔ عشاقِ رسول ﷺ ایسے وفا شعار عاشق کو عشق ومحبت کی سوغات پیش کرتے ہیں۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی، پاکستان عشاقِ رضا پر مشتمل ایک محرک وفعال ادارہ ہے جو الحمدللہ مسلسل کامیابی کے ساتھ ۲۵ رسال سے جہانِ رضا کی ضیاء پاشیاں کرتا چلا آرہا ہے اور اکنافِ عالم میں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی فکر و علمی ورثہ پر نت نئی تحقیقات متعارف کرا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے تاصبح قیامت سلامت اور ترقی پذیر رکھے۔ آمین۔

۲) محمد سہیل سیالوی عفی عنہ، بزمِ شیخ الاسلام پاکستان، دینہ:

چند دن پہلے ''معارفِ رضا'' کا سالنامہ شمارہ نظر نواز ہوا۔ الحمدللہ حسبِ سابق مفید ترین اور خوبصورت مقالات سے مزین ہے۔ بالخصوص تصنیفاتِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اور یونیورسٹیز میں اعلیٰ حضرت پر کئے جانے والے کام کی تفصیلات انتہائی مفید ہیں۔ خداوند قدوس آپ کی توفیقات میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ احقر کے خیال میں اعلیٰ حضرت نے فقہ حنفی کے حوالہ سے جو لازوال خدمات سرانجام دی ہیں انہیں جدید طریقہ پر منظرِ عام پر لانا بہت ضروری ہے۔

ذکر وفکرِ رضا۔ جرائد ورسائل کے آئینہ میں

﴿ترتیب: وزیر احمد شان القادری﴾

نمبر شمار	نام رسائل	عنوان مذکورہ	نام مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱۔	ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ستمبر ۲۰۰۵ء	تضمین برکلام اعلیٰحضرت (تعظیم بھی کرتا ہے تو......)	محمد حفیظ نیازی	۴
۲۔	کتابچہ رضا اکیڈمی لاہور ستمبر ۲۰۰۵ء	سورۃ والضحیٰ کے تراجم میں کنزالایمان کا مقام	صابر حسین شاہ بخاری قادری	۳
۳۔	ماہنامہ جہانِ رضا جولائی ۲۰۰۵ء	اعلیٰ حضرت علمائے کرام کی مجالس میں	پیرزادہ اقبال احمد فاروقی	۱۱
۴۔	ماہنامہ جہانِ رضا جولائی ۲۰۰۵ء	اعلیٰ حضرت شاگردوں کے حلقے میں	مولانا ظفر الدین قادری	۱۹
۵۔	ماہنامہ جہانِ رضا جولائی ۲۰۰۵ء	تذکرۂ رضا اور ان کے خلفاء (منقبت)	نامعلوم	۲
۶۔	ماہنامہ اعلیٰ حضرت	کلام الامام امام الکلام حسان الہند (نظم)	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا	۴
۷۔	ماہنامہ اعلیٰ حضرت جون/ جولائی ۲۰۰۵ء	ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت	مولانا محمد احسن رضا	۱۸
۸۔	ماہنامہ اعلیٰ حضرت جون/ جولائی ۲۰۰۵ء	امام رضا کی باغ و بہاری	ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی	۳۱
۹۔	ماہنامہ اعلیٰ حضرت جون/ جولائی ۲۰۰۵ء	اعلیٰ حضرت کی بارگاہِ رسالت میں مقبولیت	علامہ حسن علی بریلوی	۳۶
۱۰۔	ماہنامہ اعلیٰ حضرت جون/ جولائی ۲۰۰۵ء	تاریخ گوئی میں امام احمد رضا کی مہارت	شمشاد احمد برکاتی	۵۸
۱۱۔	ماہنامہ ضیائے اسلام حیدرآباد	تصانیفِ امام رضا	مولانا عبدالمبین نعمانی	۵۹
۱۲۔	ماہنامہ کنزالایمان ستمبر ۲۰۰۵ء	درسِ حدیث	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں	۸
۱۳۔	ماہنامہ جلالیہ جولائی ۲۰۰۵ء	نعت شریف	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں	۳
۱۴۔	ماہنامہ النعیم جون/ جولائی ۲۰۰۵ء	نعت رسول مقبول ﷺ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں	۲
۱۵۔	ماہنامہ ضیائے اسلام جون ۲۰۰۵ء	دعوتِ میت	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں	۱۱
۱۶۔	ماہنامہ ضیائے اسلام جولائی/ اگست ۲۰۰۵ء	تصانیفِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا	علامہ عبدالمبین نعمانی	۵۸
۱۷۔	وائس آف ضیاء الاسلام جولائی/ اگست ۲۰۰۵ء	اعلیٰ حضرت کا مسلکِ اعتدال	علامہ عبدالغفور قادری	۳۱
۱۸۔	ماہنامہ اہلسنّت گجرات مئی ۲۰۰۵ء	تحریکِ پاکستان میں خلفائے اعلیٰ کا کردار	صابر حسین شاہ بخاری	۳۲
۱۹۔	ماہنامہ جامِ نور دہلی اگست ۲۰۰۵ء	انتقادی نظریات اور امام احمد رضا کا اصولِ نقد	ڈاکٹر امجد رضا امجد	۴۳
۲۰۔	ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ مئی ۲۰۰۵ء	یہ قرآن کی ترجمانی ہے؟ اعلیٰ حضرت کا ترجمۂ قرآن کا حوالہ	مدیر رضائے مصطفیٰ	۶

ماہِ رواں میں وصول ہونے والی کتب کی فہرست

مرتب: علیم ظفر

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف/مؤلف/مترجم	صفحات	قیمت	پبلشر/ناشر
۱	اسلام، دورِ جدید اور اجتہاد	پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون۔ مترجم: محمد اسماعیل	۹۶	درج نہیں	رضا اکیڈمی، اسٹاکپورٹ، برطانیہ
۲	میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟	پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون مترجم: غلام مرتضیٰ سعیدی	۱۱۲	درج نہیں	رضا اکیڈمی، اسٹاکپورٹ، برطانیہ
۳	امام احمد رضا خاں کے جدید اسلامی تعلیمی نظریات	مرتب: جناب پیر محمد الیاس کاشمیری	۸۸	درج نہیں	رضا اکیڈمی، اسٹاکپورٹ، برطانیہ
۴	مسلمانانِ عالم کی ترقی و اصلاح کے لئے شیخ الاسلام امام احمد رضا خاں کی عظیم کاوشیں	پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون مترجم: مولانا ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی	۱۲۰	درج نہیں	رضا اکیڈمی، اسٹاکپورٹ، برطانیہ
۵	تذکرہ خواجہ ابوالحسن خرقانی	محمد نذیر رانجھا	۲۵۶	۱۴۰/روپے	جمعیت پبلیکیشنز، متصل مسجد پائلٹ ہائی اسکول، وحدت روڈ، لاہور
۶	جماعت التبلیغ (تحقیقی وتنقیدی جائزہ) (عربی)	ڈاکٹر ابواریب محمد بن عبدالرحمٰن الحنفی	۲۷۶	درج نہیں	گولڈن ہسٹری پبلشر، کراچی
۷	حیاۃ الانبیاء (عربی)	احمد حمزہ	۶۳	درج نہیں	دارالعلوم قادریہ غریب نواز، لیڈی اسمتھ، جنوبی افریقہ
۸	صلوا علیہ	محمد مقصود الحسن مرزا	۲۰۳	دعائے خیر	مصطفیٰ فاؤنڈیشن، فاروق کالونی، والٹن روڈ، لاہور
۹	فتاویٰ برکاتِ مصطفیٰ (لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھنے کی ممانعت سے متعلق مختلف علماء کے فتاویٰ)	مرتب: مفتی محمد اشرف رضا صدیقی	۲۶۷	درج نہیں	دارالعلوم فیضان مفتی اعظم، انجمن برکاتِ رضا، سید ابوالہاشم اسٹریٹ، پھول گلی، ممبئی ۳
۱۰	کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراھم (عربی)	تالیف: امام احمد رضا بریلوی	۱۴۴	درج نہیں	دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان
۱۱	کلیاتِ مکاتیبِ رضا (جلد اول)	ڈاکٹر شمس مصباحی پورنوی	۴۰۰	درج نہیں	دارالعلوم قادریہ صابریہ، برکاتِ رضا، ضلع ہری دوار، کلیر شریف، بھارت
۱۲	پندرھویں صدی کا مجدد (مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی)	حضرت قاری محمد امانت رسول قادری	۸۰	۲۰/روپے	غلام غوث رضوی، ۵۰/۹۷ رضوی منزل، طلاق محل، کانپور، یوپی
۱۳	مکتوباتِ ابوالحسن ندوی (جلد اول)		۳۲۰	۹۲/روپے	مجلس نشریاتِ اسلام، ناظم آباد نمبر ۱، کراچی
۱۴	یادگارِ رضا سالنامہ ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء	مرتب: الحاج محمد سعید نوری	۱۶۰	درج نہیں	رضا اکیڈمی ۲۶، کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی
۱۵	یادگارِ رضا ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء	محمد شہاب الدین رضوی، ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا، بریلی	۱۱۲	درج نہیں	رضا اکیڈمی ۲۶، کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی

Monthly **"Ma'arif-e-Raza"** Karachi
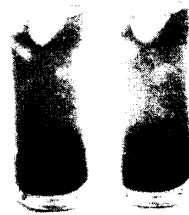
پیغامِ رضا امتِ مسلمہ کے نام!

فروغ تعلیم اور امتِ مسلمہ کے کامیاب مستقبل کیلئے

امام احمد رضا کا دس نکاتی پروگرام :

۱... عظیم الشان مدارس کھولے جائیں، با قاعدہ تعلیمیں ہوں؛

۲... طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں؛

۳... مدرسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کاروائیوں پر دی جائیں؛

۴... طبائع طلبہ کی جانچ ہو، جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جائے؛

۵... ان میں جو تیار ہو جائیں تنخواہیں دے کر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً و تقریراً و واعظاً و مناظرۃً اشاعتِ دین و مذہب کریں؛

۶... حمایتِ مذہب و ردِّ بدمذہباں میں مفید کتب و رسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں؛

۷... تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مفت تقسیم کیئے جائیں؛

۸... شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں، جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبی اعداء کیلئے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں؛

۹... جو ہم میں قابل کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں، وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انہیں مہارت ہو لگائے جائیں؛

۱۰... آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں جو وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلا قیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں؛

حدیث کا ارشاد ہے کہ: ''آخر زمانے میں دین کا کام بھی درم و دینار سے چلے گا''

اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق و مصدوق ﷺ کا کلام ہے۔

﴿فتاویٰ رضویہ (قدیم) جلد نمبر ۱۲، صفحہ ۱۳۳﴾